مبادیاتِ تعلیم

9-10

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔
منظور کردہ: وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب سازی) حکومت پاکستان، اسلام آباد۔
موجب سرکلر نمبر No.F.13-1/2005-SS, Islamabad,the 12th March 2005
تیار کردہ: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس،
خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مصنّفین:
☆ ڈاکٹر محمد مرزا
پروفیسر (ر) گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، لوئر مال، لاہور
☆ عبدالسلام چوہدری
ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر) گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، لوئر مال، لاہور
☆ ڈاکٹر خالد رشید
اسسٹنٹ پروفیسر (ر) یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

زیرِ نگرانی: ☆ لئیقہ خانم ☆ اصغر علی گل

ناشر:
مطبع:

فہرستِ مضامین

پہلا باب: **تعلیم کے تصورات** 1

تعلیم کا تعارف اور معانی

تعلیم کا عمومی تصور

تعلیم کا اسلامی تصور

دوسرا باب: **تعلیم کا دائرہ کار اور وظائف** 9

علم التعلیم کا دائرہ کار

تعلیم کے وظائف

تیسرا باب: **انسانی نشوونما اور بالیدگی** 17

نشو ونما کے معانی وتعریف

شیر خوارگی

طفولیت

بچپن

بلوغت

چوتھا باب: **تعلّم** 23

تعلم کے معانی اور تعریف

تعلم میں انفرادی اختلافات

پانچواں باب: **گھر، سکول اور معاشرہ** 32

گھر، سکول اور معاشرہ کے معانی اور تعریف

تعلیم کے متعلقہ ادارے

معاشرے کی تشکیل میں تعلیم کا کردار

سکول، کمیونٹی اور معاشرے میں تعلق

گھر، سکول اور کمیونٹی کے تعلقات میں فروغ کے لیے اقدامات

چھٹاباب : **پاکستان میں تعلیم** 38

پاکستان میں مقاصد تعلیم

تعلیم کی اقسام

i- پیشہ ورانہ تعلیم

ii- عام تعلیم

تعلیم کے مدارج

ابتدائی تعلیم

ثانوی تعلیم

اعلیٰ تعلیم

ساتواں باب : **نصاب** 46

نصاب کی تعریف

نصاب کے مختلف اجزا کا باہمی تعلق

پاکستان میں نصاب کی تیاری

آٹھواں باب : **مدرسہ کی سرگرمیوں کی تنظیم** 54

مدرسہ میں ہم نصابی سرگرمیوں کی اہمیت

ہم نصابی سرگرمیوں کا طلبہ کی نشو ونما میں کردار

ماحول اور ہم نصابی سرگرمیاں

نواں باب : **رہنمائی اور مشاورت** 61

رہنمائی اور مشاورت کے معانی اور تعریف

طلبہ کو پیش آنے والے مسائل

مدرسے میں رہنمائی اور مشاورت کا کردار

فرہنگ 68

کتابیات 71

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

باب 1 تعلیم کے تصورات
(Concepts of Education)

یہ بات طے شدہ ہے کہ تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے اور تعلیم کے ذریعہ ہر معاشرے میں فرد کو معاشرے سے مطابقت پیدا کرنے اور اسے معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صنعتی معاشرے میں صنعتی تعلیم اور زراعت پر انحصار کرنے والے معاشرے میں زرعی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مذہب پر ایمان رکھنے والے معاشروں میں مذہبی تعلیم اور کسی مذہب پر ایمان نہ رکھنے والے معاشروں میں مذہب کے خلاف تعلیم دی جاتی ہے۔

تعلیم کے بارے میں مختلف معاشروں میں مختلف تصورات پائے جاتے ہیں۔ ہمیشہ سے معاشرے کی یہ خواہش رہی ہے کہ اس کا نظریۂ حیات اور ثقافت محفوظ رہے اور آئندہ نسل کو منتقل ہوتی رہے۔ انسان کی اگلی نسل اپنی سوچ اور ضرورت کے مطابق اس میں اصلاح و ترامیم کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اب تک جاری ہے۔ تہذیب و ثقافت کی حفاظت اور اس کے مطابق مستقبل کے معاشرے کی تربیت تعلیم کے اہم فرائض میں شامل ہے۔ نظریۂ حیات اور اپنی ثقافت کے تحفظ کے لیے ہر معاشرہ تعلیمی ادارے قائم کرتا ہے، اس طرح ہر معاشرے کا ثقافتی اور تہذیبی ورثہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہو رہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ہر معاشرہ اپنی تہذیب و ثقافت کے تحفظ کے لیے دوسرے معاشروں سے الگ نظامِ تعلیم وضع کرتا ہے۔ اس لیے مادہ پرست، اشتراکی اور ہندو معاشروں کے مقاصدِ تعلیم اور طریقہ ہائے تدریس ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ معاشرے کی ترقی کا تعلق اس کی تعلیمی ترقی سے وابستہ ہے جو معاشرے تعلیم میں نمایاں ترقی کرتے ہیں معاشرتی اور معاشی ترقی میں بھی کوئی دوسرا معاشرہ ان کا مقابلہ نہیں کر پاتا۔ معاشی اور تمدنی ترقی تعلیمی ترقی کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں چین، جاپان اور ملائیشیا کے معاشروں کی ترقی کی مثال دی جا سکتی ہے۔

معاشرے میں پیدا ہونے والی معاشرتی تبدیلیاں مقاصدِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کی تبدیلی کا باعث بنتی ہیں۔ تعلیم کے بدل جانے سے معاشرے میں بھی تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں کسی معاشرے کا جیسا نظامِ تعلیم ہوتا ہے ویسا ہی معاشرہ اس سے تشکیل پاتا ہے جیسا معاشرہ ہوتا ہے ویسی ہی اس کی تہذیب و ثقافت ہوتی ہے، اسی کے مطابق مقاصدِ تعلیم طے پاتے ہیں۔ سابقہ سوویت یونین میں مقاصدِ تعلیم طے کرتے وقت اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ اس کے نظامِ تعلیم سے فارغ ہونے والا شخص اچھا اشتراکی شہری ہو۔ نصابِ تعلیم بھی ایسا مرتب کیا جاتا تھا جو اشتراکی فلسفے کو پھیلانے کا باعث بنے۔ یورپ اور امریکہ جیسے سرمایہ دار جمہوری معاشروں میں مقاصدِ تعلیم میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ فرد معاشرے سے مطابقت پیدا کر سکے۔ تعلیم سے فارغ ہونے والے ہر فرد سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ خود کما سکے اور خرچ کر سکے۔ نصابِ تعلیم میں سرمایہ دارانہ نظامِ زندگی کی حمایت اور مغربی جمہوریت کے فلسفہ کا پرچار ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف مسلمان معاشرہ اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ انسانوں کی

ہدایت کے لیے اس نے وحی کا سلسلہ قائم کیا جو قرآن پاک کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔ کائنات کی تخلیق اور نظریۂ حیات کے اختلاف کی وجہ سے مسلمان معاشروں کا نظامِ تعلیم بھی دوسرے معاشروں سے مختلف ہے۔

اگر ہم تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم کے ذریعے عربوں کی ثقافت کی تشکیلِ نو کی اور ان کی معاشرتی اور معاشی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایسی تبدیلیاں پیدا کیں کہ وہ قوم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت کسی شمار میں نہ تھی وہ اپنی تعلیم اور ثقافت بدل جانے سے صنعت وحرفت، سائنس، معاشیات اور معاشرت میں دنیا کی امام بن گئی۔

ذیل کے صفحات میں یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی کہ تعلیم کے بارے میں مختلف تصورات کیا ہیں اور تعلیم بذاتِ خود کیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو پیدا کر کے زمین پر بھیجا۔ جوں جوں روئے زمین پر انسانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ خاندان اور قبیلے وجود میں آئے بڑا معاشرہ بنتا گیا۔ علم اور تہذیبی روایات والدین سے اولاد کو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔ مرد چوپالوں میں بیٹھ کر داستانیں اور واقعات سناتے تھے اور گھر کی عورتیں چولھوں کے پاس بیٹھ کر پچھلے قصے اور واقعات سناتی تھیں۔ اس طرح ایک نسل دوسری نسل کو اپنی تہذیب وثقافت اور علم منتقل کرتی تھی۔ یہ تعلیم تھی۔ آہستہ آہستہ مختلف ادارے وجود میں آتے گئے، کاغذ کی ایجاد سے کتابوں کی چھپائی کا سلسلہ شروع ہوا۔ دوسرے آلات اور ایجادات کا سلسلہ آگے بڑھا، معاشرے کی ترقی کے ساتھ قومیں اور ملک وجود میں آئے۔ درس گاہیں اور مدرسے قائم ہوئے۔ علوم نے ترقی کی اور ہم آج کے دَور میں داخل ہو گئے۔ انسان کی پیدائش سے تعلیم کا جو سلسلہ شروع ہوا آج بھی جاری ہے۔

تعلیم عربی کے لفظ علم سے ماخوذ ہے۔ علم کے معنی جاننا، پہچاننا یا کسی حقیقت کا ادراک حاصل کرنا ہے اور تعلیم کے معنی بتانا، پڑھانا، بار بار اور کثرت سے خبر دینے کے ہیں۔ اس حد تک کہ بتائی جانے والی بات مخاطب کے ذہن میں بالکل واضح ہو جائے۔ تعلیم محض علم پہنچانے کا نام نہیں ہے بلکہ معاشرتی تربیت، اخلاق اور کردار کی تعمیر بھی اس میں شامل ہے۔ انگریزی میں تعلیم کے لیے لفظ ایجوکیشن (Education) استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی تربیت دینا، نشوونما کرنا، کسی خاص سمت میں رہنمائی کرنا اور مخفی صلاحیتوں کو جلا دینا کے ہیں۔ اس طرح تعلیم یا ایجوکیشن کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کے اندر کھلی اور چھپی جو صلاحیتیں قدرت نے رکھی ہیں۔ ان کو بروئے کار لانے میں مدد دینا تعلیم یا ایجوکیشن ہے۔

اصطلاحی طور پر تعلیم ایسا عمل ہے۔ جس کے ذریعے معاشرے کے افراد کی تربیت اور نشوونما کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں افراد کو معاشرے کے کامیاب ارکان کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ اس سے تعلیم کا جو مطلب اخذ ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہیں۔ اُستاد ان کو معلوم کرے اور ان کی تربیت کرے۔ یعنی تعلیم معاشرے کے ارکان کی شخصی تکمیل کا عمل ہے۔

مختلف ماہرینِ تعلیم نے تعلیم کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے تعلیم کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ بعض نے تعلیم کو سچائی کی تلاش کا عمل قرار دیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے۔ بعض کے نزدیک تعلیم معاشرے کے ساتھ مطابقت (Social Adjustment) پیدا کرنے کا عمل ہے۔ بعض کی رائے میں تعلیم قوم کے تہذیبی ورثے کی حفاظت کرتی ہے، اس کی اصلاح کرتی ہے اور قومی ثقافت کو نسل در نسل منتقل کرتی ہے۔

تعلیم کا عمل پیدائش سے موت تک جاری رہتا ہے۔ اس میں تمام نصابی اور ہم نصابی سرگرمیاں شامل ہیں۔ کمرۂ جماعت کے اندر یا باہر تعلیم کا عمل سکول میں، گھر میں، کھیل کے میدان، یعنی ہر جگہ جاری رہتا ہے۔ کسی بات کو دیکھنا، سمجھنا اور اسے اپنے کردار کا حصہ بنا لینا تعلیم ہے۔ بولنا، پڑھنا، لکھنا، تقریر کرنا یا کوئی جسمانی مہارت حاصل کر لینا تعلیم ہے۔ اپنے اخلاق و عادات، رویوں اور سوجھ بوجھ میں نشوونما پانا تعلیم ہے۔

حقیقت میں تعلیم ایسا معاشرتی عمل ہے جس سے افراد معاشرہ کو ایسی رہنمائی حاصل ہوتی ہے جس سے ان کی ہمہ پہلو تربیت اور نشوونما ممکن ہو جاتی ہے۔ تعلیم مخفی شخص کو اس کے خول سے باہر نکالتی اور معاشرے کا ایک مفید رکن بنا دیتی ہے۔ قوموں کی ترقی کا انحصار تعلیم یافتہ افراد پر ہوتا ہے۔

انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب اور اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ کی عطا کردہ اس برتری کے ساتھ ساتھ اللہ نے اس کو سائنس کا علم عطا کر کے اشیا کی اصلیت اور حقیقت جاننے کی صلاحیتیں بھی دی ہیں، لیکن انسان اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود رہنمائی کے لیے اپنے ربّ کا محتاج ہے۔ کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی اور خالق کائنات کی حقیقت کو جان لے۔ کامیابی صرف رضائے الٰہی کے حصول میں ہے اور تعلیم ہمیں رضائے الٰہی کے حصول کا راستہ بتاتی ہے۔

انسان جن طریقوں سے تعلیم حاصل کرتا ہے؛ ماہرین تعلیم نے ان کو تین اقسام رسمی تعلیم، نیم رسمی تعلیم اور غیر رسمی تعلیم میں تقسیم کیا ہے۔

رسمی تعلیم (Formal Education)

ہر معاشرہ اپنی نئی نسل کی تربیت کے لیے سکول، کالج، یونیورسٹیاں اور دوسرے تعلیمی ادارے قائم کرتا ہے۔ واضح اور طے شدہ مقاصد کے تحت مقررہ نصاب اور مشاغل کے ذریعے معاشرے کے مقرر کردہ اساتذہ مخصوص طریقہ ہائے تدریس استعمال کر کے ایسے تعلیمی اداروں میں جو تعلیم دیتے ہیں۔ وہ رسمی تعلیم کہلاتی ہے۔ طے شدہ تعلیمی مقاصد، نصاب تعلیم اور مخصوص اداروں کے ذریعے معاشرہ اپنی آئندہ نسل کا رخ متعین کرتا ہے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹیاں رسمی تعلیم کی اچھی مثالیں ہیں۔

نیم رسمی تعلیم (Non-Formal Education)

بعض اوقات مختلف اساتذہ سے جز وقتی کام لے کر مختلف کورسز کی تدریس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اساتذہ کی باقاعدہ بھرتی عمل میں نہیں آتی۔ دراصل یہ تعلیم بھی رسمی تعلیم ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ تعلیمی مقاصد اور نصاب بھی طے شدہ ہوتا ہے، لیکن باقاعدہ تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں نہیں لایا جاتا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی کلاسز اور مختلف کلاسوں کے مختلف مضامین کی تیاری کے لیے ٹیوشن کے باقاعدہ اداروں کی مثال دی جا سکتی ہے۔

غیر رسمی تعلیم (In-Formal Education)

کاشت کار کا بیٹا کاشتکاری سیکھنے کے لیے کسی سکول میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اپنے والدین کا ہاتھ بٹاتا ہے اور کاشتکاری سیکھ جاتا ہے۔ لوہار کا بیٹا لوہے کا کام اور ترکھان کا بیٹا لکڑی کا کام سیکھ جاتا ہے۔

غیر رسمی تعلیم باقاعدہ اداروں میں حاصل نہیں ہوتی نہ ہی شعوری انداز میں مقاصد تعلیم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ گھر میں، گلی محلے

کے دوستوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے، بازار میں اور مسجد میں آدمی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ یہ تعلیم کا غیر رسمی طریقہ ہے ایسی تعلیم کے لیے جگہ، وقت اور نصاب کا تعین نہیں ہوتا۔ ایسی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز گھر ہے۔ گھر اور خاندان کے بہت سے رسم و رواج آدمی خود بخود سیکھتا ہے۔

تعلیم کا عمومی تصور (General Concept of Education)

ہر قوم کی تہذیب و ثقافت دوسری اقوام سے مختلف ہوتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے ہر قوم اپنی ثقافت اور نظریۂ حیات کے بارے میں تمام معلومات اپنی نئی نسل کو فراہم کرتی ہے اور اپنی نئی نسل کو اس نظریۂ حیات اور طریقۂ زندگی سے متعارف کرانا چاہتی ہے؛ جو اس کے نزدیک سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ ہے۔ تعلیم کے ذریعہ معاشرہ اپنے عقائد، نظریات اور تہذیب و تمدن کو اپنی نئی نسلوں کو منتقل کرتا ہے اور پھر ان سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس قومی اور ثقافتی ورثہ کو ترقی دیں گے اور اس میں قابلِ فخر اضافے کریں گے۔ نئی نسل کو یہ ثقافت منتقل کرنے کا نام تعلیم ہے۔

دُنیا کی مختلف اقوام کے مقاصد حیات اور نظریۂ حیات دوسری اقوام سے مختلف ہوتے ہیں اس لیے ہر معاشرہ اپنا نظامِ تعلیم اپنی ثقافت اور نظریۂ حیات کے مطابق مرتب کرتا ہے۔ اسی لیے ہر قوم کا نظامِ تعلیم دوسری اقوام سے مختلف ہوتا ہے۔ مغربی اقوام اور دُنیا کے دوسرے نظاموں کے مقابلے میں مسلمانوں کے مقاصد حیات اور نظریۂ حیات الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اسلام کا تصورِ تعلیم اور نظامِ تعلیم بھی دوسری اقوام سے مختلف ہے۔

مادہ پرست عملاً سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی صرف مادی دُنیا تک محدود ہے اور یہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی ہے اور خود بخود کسی دن ختم ہو جائے گی۔ یہی نظریہ ان کے ہاں تعلیم کی بنیاد ہے چونکہ ان ممالک کی معاشرت اور تمدن تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے ان کے ہاں تعلیم کا مفہوم اور مقاصد بھی معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

یونانی فلسفی ارسطو انسان کو معاشرتی حیوان سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک تعلیم کا مقصد اس حیوان کو اعلیٰ درجے کا شہری بنانا تھا۔ آج کا مادہ پرست معاشرہ انسان کو اعلیٰ درجے کا حیوان قرار دیتا ہے جو دوسرے درجے کے حیوانوں سے سوچنے اور بولنے کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے ہاں تعلیم کا اعلیٰ ترین مقصد انسان کی جسمانی صلاحیتوں کو نشوونما کے مواقع فراہم کرنا اور اس کی جبلّی خواہشات کی تسکین ہے۔ تعلیم ان کے ہاں انسان کی دنیوی ضروریات کو پورا کرنے کی تربیت کا ایک ذریعہ ہے۔ ان کے ہاں نظامِ تعلیم اسی کے مطابق ترتیب پاتا ہے۔ مقاصد تعلیم اور نصاب مرتب کرتے وقت ہر معاشرہ اپنی ثقافت اور نظریات کو بنیاد بناتا ہے۔ سابقہ سوویت یونین میں مقاصد تعلیم طے کرتے وقت اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ تعلیم سے فارغ ہونے والا فرد اشتراکی ہو۔ نصاب تعلیم بھی ایسا مرتب کیا جاتا تھا جو اشتراکی فلسفے کو پھیلانے کا باعث بنے۔ یورپ اور امریکہ جیسے سرمایہ دار، جمہوری ممالک کے مقاصد تعلیم میں اس بات کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ فرد معاشرے سے مطابقت پیدا کر سکے خود کما سکے اور خرچ کر سکے اور جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے، اس میں سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت اور مغربی جمہوریت کے فلسفہ کا پرچار ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی نظامِ تعلیم کا مقصد فرد کو اللہ تعالیٰ کا ایک نیک اور صالح بندہ بنانا ہے جو اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارے۔ اسلامی معاشرے کے نصاب تعلیم میں قرآن و سنت اور اس کے معاون علوم کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔

تعلیم کا اسلامی تصور (Islamic Concept of Education)

آپ یہ تو جان چکے ہیں کہ ہر معاشرے کا زندگی کے بارے میں ایک جُداگانہ اور الگ نظریہ ہے۔ جسے اس قوم کا نظریۂ حیات یا آئیڈیالوجی کہتے ہیں۔ قومی تعلیم اور نظامِ تعلیم اسی نظریۂ حیات سے جنم لیتے ہیں۔ اس لیے اسلامی تصورِ تعلیم کو سمجھنے کے لیے اسلامی نظریہ حیات کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس نظریہ کے مطابق استادِ اوّل اللہ تعالیٰ خود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان، حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے اشیا کے استعمال کا سائنسی علم عطا فرمایا۔ دوسرا علم، اسے علم ہدایت کی صورت میں عطا کیا۔ جس کا نظام وحی کے ذریعے قائم کیا گیا۔ اس طرح پہلا انسان براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایت لے کر دنیا میں آیا۔ جوں جوں انسانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ خاندان اور قبیلے وجود میں آئے اور معاشرہ بڑا بنتا گیا۔ علم اور تہذیبی روایات والدین سے اولاد کو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔ جہاں جہاں معاشرے کی تہذیب اور ثقافت میں بگاڑ پیدا ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس معاشرہ کی درست سمت میں رہنمائی کے لیے اپنے انبیا بھیجتا رہا جو معاشرہ کو صحیح تعلیم سے آگاہ کرتے تھے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں جن پر آخری وحی بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذریعے اسلامی تہذیب و ثقافت کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا۔ اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق علم کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ علم قرآن پاک اور حدیث کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔ یعنی مسلمانوں کی تعلیم کے مقاصد کا سرچشمہ بھی قرآنی تعلیمات ہیں۔

اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق تعلیم ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے انسان کی ہمہ پہلو تربیت کی جاتی ہے اور اس کے کردار کو خاص سانچے میں ڈھالا جاتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کے منصب کے حوالے سے دُنیا کی امامت کا فریضہ انجام دے سکے۔ اسلام میں تعلیم کے ذریعہ افرادِ معاشرہ کو اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ان کے ذہنوں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا تصور پوری طرح واضح اور پختہ ہو جائے۔ ان کی تمام کاوشوں کا مرکزی مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ یہی اسلامی تعلیم ہے اور یہی اسلامی تعلیم کا مدّعا ہے۔

تعلیم کے مفہوم کی وضاحت مختلف مفکرین اسلام نے مختلف انداز میں فرمائی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ تعلیم کا حصول اس پر عمل کرنے کی غرض سے ہونا چاہیے کیونکہ ایسی تعلیم جس پر عمل نہ کیا جائے بے کار ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آدمی کو اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ اچھائی اور بُرائی میں تمیز کر سکے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد انسان کو ایسا راستہ اختیار کرنا چاہیے جس کے نتیجے میں آخرت کی زندگی میں سکون میسر آ سکے اور وہ اللہ کے غضب سے بچ سکے۔ ہمارے قومی شاعر اور مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ جو اپنے زمانے کے علوم میں گہری بصیرت رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ اگر علم کی قوت دین کے تابع ہو جائے تو نوعِ انسانی کے لیے سراپا رحمت ہے۔

دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس نے علم کو وہ اہمیت دی ہو جو اسلام نے دی ہے۔ قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ انسان نے زندگی کے سفر کا آغاز جہالت سے نہیں بلکہ علم سے آراستہ ہو کر کیا اور علم ہی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور دوسری مخلوقات پر اس کی فضیلت قائم فرمائی۔ قرآن پاک میں سب سے پہلا حکم پڑھنے اور لکھنے کے بارے میں ہے۔ اس لیے جہاں دُنیا کی ترقی یافتہ تہذیبیں تعلیم کے حصول کو انسان کا حق مانتی ہیں۔ وہاں اسلام علم کے حصول کو فرض قرار دیتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم غیر نافع علم سے بچنے اور نافع علم میں اضافہ کی دُعا فرماتے۔ اسلام علم برائے علم کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی علم کو دینی علم اور دنیوی علم کے خانوں میں تقسیم کرتا ہے بلکہ دین و دُنیا کا تصور اس طرح پیش کرتا ہے کہ دین دنیا سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلامی نظریۂ تعلیم کے

مطابق دین کے ساتھ ساتھ دنیوی ترقی کی راہیں بھی کھلی ہیں۔علم کی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں حکم دیا کہ پڑھ اللہ کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا،اس حکم کی اہمیت کے پیشِ نظر مسلمانوں کو گود سے گور تک تعلیم کے حصول کا حکم دیا گیا۔اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کی تعلیم کا تعلق اس علم سے ہے جس کا سرچشمہ ذاتِ الٰہی ہے، یہ وحی کا علم ہے جو قرآن پاک کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔اسلام صرف وحی کے علم کو قطعی اور حتمی قرار دیتا ہے۔حواس اور عقل کے علاوہ دوسرے ذرائع علم کی صحت امکانی ہے۔ان علوم پر انحصار ایسی صورت میں ممکن ہے جب یہ وحی کے ذریعے حاصل ہونے والے علم سے متصادم نہ ہوں اگر یہ علوم وحی سے متصادم ہوں تو ان کو ٹھکرا دیا جائے گا۔

تعلیمی سرگرمیوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو سمجھ سکے۔معرفت الٰہی اور رضائے الٰہی کے لیے کوشاں رہے اور عارضی زندگی میں اللہ کا نائب ہونے کا حق ادا کرے تا کہ اسے آخرت میں نجات حاصل ہو جائے۔اس کے ساتھ ساتھ فرد اور معاشرہ کی نشوونما کا اہتمام کرنا بھی تعلیم کا ایک اہم مقصد ہے۔

مسلمان مفکرین میں سے علامہ اقبالؒ جو مشرق اور مغرب کے علوم میں گہری بصیرت رکھتے تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ اگر علم کی قوت دین کے تابع ہو جائے تو نوع انسانی کے لیے سراپا رحمت ہے، یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کا تصورِ دین، مغرب کے تصورِ مذہب کی طرح صرف پرستش کی رسموں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد زندگی کے ہر شعبہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع بنانا ہے۔

امام غزالیؒ جو بہت بڑے مفکر اور ماہرِ تعلیم تھے۔تعلیم کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعلیم ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے انسان اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کر سکتا ہے،لیکن اگر کوئی شخص صرف اس غرض سے علم حاصل کرے کہ وہ دنیا میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر سکے یا علم کے ذریعے اپنی ذاتی خواہشات کے حصول کو زندگی کا شعار بنائے،تو ایسا شخص آخرت میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ علم مسلمان کی گم گشتہ میراث ہے۔جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرو۔فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تعلیمی اداروں کا نصاب ایسا ہونا چاہیے جو نافع ہو اور طالب علم میں ایسا طرزِ فکر پیدا کرے، جو ان کو یہ شعور دے کہ کائنات کی قوتوں کی تسخیر ممکن ہے۔جس سے بنی نوع انسان فائدہ اٹھا سکے۔یہی سائنسی شعور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اور پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے قبل "وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (سورۃ بقرہ ۳۱) (اور ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیا کے نام سکھا دیے) عطا فرمایا تھا۔اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان طالب علموں کو یہ تاکید بھی فرمائی ہے کہ یہ دعا کرتے رہو۔رَبِّ زِدْنِیْ عِلْما! (اے میرے ربّ میرے علم میں اضافہ فرما)۔

مشقی سوالات

1- مختلف آرا کی روشنی میں تعلیم کا مفہوم واضح کریں۔
2- تعلیم کا عمومی تصور کیا ہے؟
3- تعلیم کے عمومی تصور اور اسلامی تصور تعلیم کا فرق واضح کریں۔
4- اسلامی تصور تعلیم کی امتیازی خصوصیات تحریر کریں۔
5 رسمی، نیم رسمی اور غیر رسمی تعلیم سے کیا مراد ہے؟
6- اسلامی نقطۂ نظر سے علم کی اہمیت اور مقاصد بیان کریں۔
7- درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:
i- رسمی طریقہ تعلیم کیا ہے؟
ii- غیر رسمی طریقہ تعلیم سے کیا مراد ہے؟
iii- نیم رسمی طریقہ تعلیم سے کیا مراد ہے؟
iv- امام ابوحنیفہؒ نے تعلیم کے بارے میں کیا فرمایا؟
v- امام غزالیؒ نے علم کے حصول کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟
vi- تعلیم اور علم میں کیا فرق ہے؟
vii- تعلیم کی تین تعریفیں بیان کریں۔
8- درج ذیل بیانات میں سے جو صحیح ہیں ان کے سامنے (ص) کے گرد اور جو غلط ہیں ان کے سامنے (غ) کے گرد دائرہ لگائیں۔
i- غیر رسمی تعلیم میں تعلیمی مقاصد کو شعوری انداز میں پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ ص/غ
ii- بچے کا گھر غیر رسمی تعلیم کا اہم مرکز ہے۔ ص/غ
iii- بچے کی تعلیم کا اولین مرکز مدرسہ ہوتا ہے۔ ص/غ
iv- اُٹھتے بیٹھتے، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ جو تعلیم حاصل کی جاتی ہے، رسمی تعلیم کہلاتی ہے۔ ص/غ
v- اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق تعلیم حاصل کرنا ہر ایک کا بنیادی حق ہے۔ ص/غ
vi- اسلامی نظریہ حیات دین اور دُنیا کو دو خانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ص/غ
vii- تعلیم کا سب سے بڑا مقصد روزی کمانا ہے۔ ص/غ
9- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔
i- بعض مفکرین تعلیم کے نزدیک .... معاشرے سے مطابقت پیدا کرنے کا عمل ہے۔
ii- تعلیم کے ذریعے فرد کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی .... ممکن ہو جاتی ہے۔
iii- مخصوص تعلیمی اداروں میں مخصوص اساتذہ اور نصاب کے ذریعہ جو تعلیم دی جاتی ہے .... کہلاتی ہے۔
iv- وحی کا علم .... کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔

v- اسلام صرف.................... کے علم کو قطعی اور حتمی قرار دیتا ہے۔

vi- دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے۔جس نے تعلیم کو وہ اہمیت دی ہو جو............... نے دی ہے۔

10- ذیل میں ہر بیان کے چار جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے صرف ایک جواب صحیح ہے۔آپ صحیح جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

i- انسان کو معاشرتی حیوان سمجھتا تھا:

(ا) ارسطو (ب) علامہ اقبالؒ (ج) حضرت امام ابوحنیفہؒ (د) امام غزالیؒ

ii- بچے کی تعلیم کا اولین مرکز:

(ا) گھر (ب) سکول (ج) محلّہ (د) مسجد

iii- رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا! میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما، یہ دُعا کس نے سکھائی؟

(ا) اللہ تعالیٰ (ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(ج) امام ابوحنیفہؒ (د) حضرت امام غزالیؒ

iv- قومی ثقافت کو نسل در نسل منتقل کرتی ہے:

(ا) کتاب (ب) تعلیم (ج) وعظ (د) اخبار

v- انسان جن طریقوں سے تعلیم حاصل کرتا ہے۔ان کی اقسام:

(ا) دو ہیں (ب) تین ہیں (ج) چار ہیں (د) پانچ ہیں

vi- حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے سے پہلے علم حاصل کر چکے تھے:

(ا) علم (ب) دینی علم (ج) معاشی علم (د) معاشرتی علم

vii- دُنیا میں اعلیٰ منصب کے لیے علم حاصل کرنے والا شخص اللہ کے غضب سے نہیں بچ سکتا، کس نے فرمایا؟

(ا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم (ب) امام ابوحنیفہؒ

(ج) امام غزالیؒ (د) علامہ اقبالؒ

11- ذیل میں دیے گئے کالم (ا) کے اجزا کو کالم (ب) کے اجزا کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ درست جواب حاصل ہو جائے۔

کالم (ا)	کالم (ب)
i- انسان زمین پر اللہ کا نائب	پڑھو............
ii- سکول، کالج اور یونیورسٹیاں	رسمی، نیم رسمی اور غیر رسمی
iii- قرآن پاک میں سب سے پہلا حکم ہے	اپنی نئی نسل کو فراہم کرتی ہے۔
iv- انسان جن طریقوں سے تعلیم حاصل کرتا ہے ان کی اقسام تین ہیں۔	رسمی تعلیم کے ادارے ہیں۔
v- ہر قوم اپنی ثقافت اور نظریہ حیات کے بارے میں تمام معلومات	اور اشرف المخلوقات ہے۔

باب 2 تعلیم کا دائرہ کار اور وظائف
(Scope and Functions of Education)

علم التعلیم کا دائرہ کار (Scope of Education)

تعلیم ایک ایسا مسلسل عمل ہے جس کی مدد سے انسان کی جسمانی، روحانی، ذہنی، اخلاقی اور نفسیاتی نشوونما اور بالیدگی ممکن ہو جاتی ہے۔ مقاصد تعلیم طے کرنے کے لیے تعلیم ہماری مدد کرتی ہے۔ معاشرے کی ضروریات طالب علموں کی استعداد اور نفسیاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نصاب تعلیم مرتب کیا جاتا ہے۔ مؤثر تدریسی طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جن کی مدد سے مقاصد تعلیم کا حصول ممکن ہو جاتا ہے اور طالب علم کی متوازن شخصیت تعمیر ہوتی ہے۔ تعلیم کا جدید اور واضح تصور یہ ہے کہ تعلیم ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جس کی مدد سے طلبہ معاشرتی مطابقت حاصل کر کے انفرادی اور معاشرے کی اجتماعی نشوونما کا باعث بنتے ہیں۔

یہ بات طے ہے کہ اگر کسی فرد کو تعلیم میسر نہ آئے تو اس کی بے شمار صلاحیتیں دبی رہ جاتی ہیں یا منفی رُخ اختیار کر لیتی ہیں۔ اس طرح وہ اپنے ماحول اور معاشرے کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ تعلیم سے انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور اس کی صلاحیتیں معاشرے کے لیے مثبت تبدیلی لاتی ہیں۔ معاشرہ افراد سے ترتیب پاتا ہے۔ اچھے افراد مل کر اچھا معاشرہ بناتے ہیں۔

معاشرہ انسانوں کا مجموعہ ہے اور ہر انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ زندہ رہے۔ اسی طرح دُنیا کے آغاز سے ہی ہر معاشرہ کی یہ خواہش رہی ہے کہ اس کے اعتقادات اس کے نظریات، اس کے مقاصد، اس کے رہنے سہنے کے طریقے، اس کا مذہب اور تصورِ کائنات اور اس کی روایات زندہ رہیں۔ وہ اپنے ثقافتی ورثے اور تہذیب وتمدن کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنا چاہتا ہے۔ یہ مقاصد صرف تعلیم کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔

تعلیم معاشرے کی ایک سوچی سمجھی کوشش ہوتی ہے جو معاشرہ اس لیے کرتا ہے کہ اس کا وجود ہمیشہ باقی رہے اور اس کے افراد معاشرہ کی تربیت اس انداز میں ہو کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ اپنی معاشرتی زندگی میں مناسب تبدیلیاں پیدا کر سکیں۔ تعلیم ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعہ معاشرہ اپنا فکری، ثقافتی اور تہذیبی سرمایہ آنے والی نسلوں کو منتقل کرنے اور اسے ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ تعلیم وہ نظام ہے جس سے معاشرہ اپنے افراد کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کے طرزِ معاشرت کو عملاً اپنا لیتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ تعلیم معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی تربیت اور نشوونما کا فریضہ انجام دیتی ہے تربیت کے سلسلہ میں خوشگوار اور مثبت نتائج کے حصول کے لیے طلبہ کے رُجحانات اور ان کی مستقبل کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ طلبہ کی ایسی ضروریات پوری کرنے کے لیے پاکستان میں ''علم التعلیم'' کا مضمون متعارف کرایا گیا ہے طلبہ نے اس مضمون میں بہت دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس باب میں طلبہ اور معاشرے کی ضروریات کے حوالے سے اس مضمون کے دائرہ کار اور تعلیم کے وظائف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے

گی۔ پچھلے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ تعلیم ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جس میں فرد کی زندگی کے انفرادی اور معاشرے کے اجتماعی، سیاسی، نظریاتی اور معاشی پہلو شامل ہیں۔ تعلیم فرد اور معاشرہ، دونوں میں توازن قائم رکھتے ہوئے فرد کی جامع اور مکمل نشوونما کے مواقع فراہم کرتی ہے اس میں رسمی اور غیر رسمی تعلیم بھی شامل ہے۔

تعلیم جن موضوعات سے بحث کرتی ہے اور جن طریقوں سے تعلیم وقوع پذیر ہوتی ہے ان سب کے علم کو آج علمِ تعلیم یا "علم التعلیم" کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی ایسا مضمون جس میں انسانی فطرت کا اس پہلو سے مطالعہ کیا جاتا ہے کہ انسان کا معاشرتی ورثہ کیا ہے؟ اسے آئندہ نسلوں تک کیسے منتقل کیا جاتا ہے؟ معاشرے کے استحکام کے لیے اس کے ثقافتی ورثہ کی تعمیرِ نو کیسے ممکن ہے؟ انسانی نفسیات کیا ہے؟ اور انسان کیسے مختلف عادات اختیار کرتا ہے؟ اس کے رُجحانات میں کیسے تبدیلی لائی جائے تاکہ وہ بہترین عادات اور کردار کا مالک بن جائے اور معاشرے کی ترقی کا ضامن ہو۔

- ☆ علمِ تعلیم یا علم التعلیم سے مراد وہ مضمون ہے جس کی مدد سے ہم تعلیم کے مقاصد، نصاب، طریقہ ہائے تدریس، جائزہ، اُستاد اور شاگرد کے تعلقات، مدرسہ اور معاشرہ کے تعلقات کے علاوہ نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کو زیرِ بحث لاتے ہیں تاکہ درست راستہ اختیار کر کے فرد اور معاشرے کی اصلاح کر سکیں۔
- ☆ علم التعلیم انفرادی، قومی اور بین الاقوامی رویوں سے متعلق معلومات کے حصول میں ہمارا معاون ہے۔ یہ تعلیم کی نظریاتی، نفسیاتی، معاشرتی اور معاشی بنیادوں کو سمجھنے اور ان میں مثبت تبدیلیاں لانے میں ہماری مدد کرتا ہے۔
- ☆ علم التعلیم با قاعدہ ایک سائنس ہے۔ جس کی مدد سے تعلیمی پالیسی تشکیل دی جاتی ہے۔ پالیسی ساز مقاصدِ تعلیم طے کر کے ان کے حصول کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔
- ☆ تعلیمی اداروں اور تعلیمی معاملات کی نگرانی کرنے والے منتظمین اس مضمون کے مطالعے کے بغیر تعلیمی اُمور کے اُصولوں کو نہیں سمجھ سکتے۔
- ☆ اس مضمون کے مطالعے کے بغیر ایک اُستاد تدریسی طریقوں، طلبہ کے تعلیمی مسائل، تعلیمی نفسیات اور جائزے کے طریقوں سے واقف نہیں ہوتا اور ایک کامیاب معلّم نہیں بن سکتا۔
- ☆ علم التعلیم نو عمر ہونے کے باوجود ایک ایسا مضمون ہے جو بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ پاکستان کے طلبہ میں بھی یہ مضمون بہت مقبول ہے۔ میٹرک سے پی ایچ ڈی تک یہ مضمون متعارف ہو چکا ہے۔ جوں جوں تعلیم میں وسعت پیدا ہو رہی ہے اس مضمون کے بہت سے نئے اور مفید پہلو بھی سامنے آ رہے ہیں۔ جن کو سامنے رکھے بغیر تعلیمی معاملات کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ مقاصدِ تعلیم، تعلیمی پالیسی، تربیتِ اساتذہ، تدوینِ نصاب، تعلیمی انتظامیات، طلبہ اور اساتذہ کے معاملات ایسے موضوعات ہیں جن کا تعلق براہِ راست اس مضمون سے ہے۔

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اس لیے یہاں اس مضمون میں وہ موضوعات شامل کیے جائیں گے جو طالب علم کو بہترین مُسلمان اور پاکستان کا محبِ وطن شہری بنانے میں مددگار ثابت ہوں۔

علم التعلیم کے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آرٹ ہے یا سائنس؟ لہٰذا آرٹ اور سائنس کا مفہوم سمجھنا بہت ضروری ہے۔ سائنس تجربے اور مشاہدے پر یقین رکھتی ہے جو چیزیں انسانی تجربے یا مشاہدے میں نہیں آتیں وہ سائنس کا درجہ حاصل نہیں کر پاتیں۔

سائنسی سوچ اور طرزِ فکر کی بنیاد کائنات کی ہر شے کا معروضی مطالعہ ہے۔ جس علم کے اجزا میں باہم ربط نہیں وہ سائنس نہیں۔ علم التعلیم منظّم اور مربوط علم ہونے کی وجہ سے ایک سائنس ہے۔ تعلیمی انتظامیات، طریقہ ہائے تدریس، نصاب سازی اور جائزہ کے میدان میں ایسی تحقیقات ہو رہی ہیں جن کی پیمائش کی جاسکتی ہے جو منظّم و مربوط ہیں اور سائنس کے معیار پر پوری اُترتی ہیں۔ اس لحاظ سے علم التعلیم ایک سائنس ہے۔

آرٹ ایسی منظّم سرگرمی کا نام ہے۔ جس میں فن کار اپنی تخلیقی صلاحیتیں کام میں لاتا ہے اور حالات وواقعات میں ایسی تبدیلی لاتا ہے جس سے اس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ استاد بھی ایک ماہرِ فن کار کی طرح لگے بندھے اصولوں کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ طلبہ کی نشوونما کے لیے حالات وواقعات میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس سے تعلیمی مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

علم التعلیم کے دو رُخ ہیں یہ سائنس بھی ہے اور آرٹ بھی۔ علم التعلیم سائنس اس لیے ہے کہ اس میں تجربات اور مشاہدات کے ذریعے تحقیق کی بنیاد پر تعلیمی مسائل کے حل کی کوشش کی جاتی ہے اور آرٹ اس لیے ہے کہ ایک استاد فن کارانہ انداز میں حالات وواقعات میں تصرف کر کے مطلوبہ تعلیمی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تعلیم کے وظائف (Functions of Education)

تعلیم تین اہم وظائف سرانجام دیتی ہے۔ ماہرینِ تعلیم کی نظر میں یہ وظائف فرد کی تکمیل اور معاشرے کی صحت مند تشکیل کے لیے بہت ضروری سمجھے جاتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱- ثقافتی ورثے کا تحفظ اور منتقلی ۲- ثقافت کی تشکیلِ نو ۳- فرد کی ضروریات کی تکمیل

۱- ثقافتی ورثے کا تحفظ اور منتقلی (Preservation and Transfer of Culture)

ہمارا نظریۂ حیات، رہن سہن کے طریقے، ہمارا ادب، ہماری روایات، فنِ تعمیر، سوچ کے انداز، ہمارا لباس، اُٹھنا بیٹھنا، میل جول کے آداب اور طریقے مل کر ہماری ثقافت اور تہذیبی ورثہ کہلاتے ہیں۔ اس میں زندگی کے وہ تمام طریقے شامل ہیں جو ہم نے اپنے بزرگوں سے سیکھے ہیں۔

دنیا کے تمام مہذب معاشرے اپنے آباؤ اجداد کے ورثہ کو عزیز رکھتے ہیں۔ بعض اوقات تو وہ اپنے بزرگوں کی غلط اور نامعقول روایات کو بھی اپنائے رکھنا باعث عزت خیال کرتے ہیں۔ البتہ بزرگوں کی اچھی اور مفید روایات کو برقرار رکھنا چاہیے۔ یہ چیز معاشرے کی زندگی میں استحکام پیدا کرتی ہے اور تہذیبی ورثے کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ تعلیم کی یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ تہذیب وثقافت کی حفاظت کرے اور اسے آئندہ نسلوں کو منتقل بھی کرے۔

انسانی زندگی کے ابتدائی اَدوار میں بھی انسان اپنی نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھتا تھا جو والدین کرتے تھے وہی کچھ بچہ سیکھ جاتا تھا۔ یہ طریقہ غیر رسمی تھا۔ لڑکے عموماً وہ کام سیکھ لیتے تھے جن کے ذریعے ان کی خوراک، رہائش اور لباس کا انتظام ہو جاتا تھا۔ لڑکیاں عموماً اُمورِ خانہ داری اور اولاد کی پرورش کے طریقے سیکھ جاتی تھیں۔ یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا۔

بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عموماً والدین اور بزرگوں پر عائد ہوتی تھی۔ بعد میں قبیلے کے رہنماؤں اور سرداروں نے بچوں کی رہنمائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ آج کے دَور میں ثقافت کے تحفظ اور منتقلی کی ذمہ داری خاندان کے علاوہ سکول، کالج اور دوسرے تعلیمی

ادارے ادا کرتے ہیں۔ اس طرح تہذیب وثقافت ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہو رہی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔
تہذیب وثقافت کے تحفظ اور منتقلی کے لیے تعلیم کے مقاصد، نصاب اور تدریسی طریقوں کا تعین کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ میں وہ خیالات اور اعتقادات منتقل ہوں جو قوم چاہتی ہے اور ان کے ذہنوں میں وہ اقدار واضح کر دی جائیں جن کو معاشرہ اپنا ثقافتی ورثہ خیال کرتا ہے، اگر ایسا نہ کیا جائے تو ثقافت زوال پذیر ہو جاتی ہے اور ایسے معاشرے کا تشخص اور اس کی پہچان ختم ہو کے رہ جاتی ہے۔ آج کے دور میں ہر قوم کا ثقافتی ورثہ اس قدر وسیع ہو چکا ہے کہ رسمی تعلیم کے بغیر اس کا تحفظ ممکن نہیں رہا۔ اس لیے ہر ملک زرِ کثیر خرچ کر کے بہتر سے بہتر تعلیمی ادارے قائم کرتا ہے، اگر ثقافتی ورثہ کی منتقلی کے لیے اس طرح کے تعلیمی ادارے قائم نہ کیے جاتے تو یہ کام ناممکن ہو جاتا اور تمام ترقی رک جاتی۔ اس کے نتیجے میں انسان پھر اپنی تمدنی تاریخ کے ابتدائی دور میں چلا جاتا۔

۲- ثقافت کی تشکیلِ نو (Reconstruction of Culture)

تعلیم کا صرف یہ کام نہیں کہ وہ تہذیبی ورثہ کا تحفظ کرے اور اسے آئندہ نسلوں کی طرف منتقل کر دے بلکہ تعلیم کا انتہائی اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ معاشرتی زندگی کی تشکیلِ نو کرے ورنہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا تھا اور آج بھی ویسا ہی ہوتا جیسا آج سے ہزاروں سال پہلے تھا۔ یعنی انسان جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں زندگی بسر کر رہا ہوتا اور آج کی پُر آسائش زندگی کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ ثقافت ہمیشہ ارتقا پذیر رہتی ہے کبھی جامد نہیں ہوتی۔ ہر معاشرہ دوسرے معاشروں کی بہت سی باتوں کو اختیار کر لیتا ہے۔ لباس، تراش خراش، میل جول کے آداب، کھانے پینے کے آداب اور زندگی گزارنے کے دوسرے طریقوں میں ہر روز نئی تبدیلیاں آ رہی ہیں یہاں تک کہ تعلیم کے تحت ثقافت کے نظریاتی پہلوؤں میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے مشینوں کی ایجاد سے زندگی گزارنے کے طریقوں میں سہولتیں مہیا ہونے پر ثقافت کے عملی پہلو میں تو بہت زیادہ تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی، ٹیلی فون اور دوسرے ذرائع ابلاغ کی بدولت دُنیا بہت سمٹ گئی ہے۔ اس کے زیرِ اثر ہر ملک کی ثقافت کے نظری اور عملی دونوں پہلو متاثر ہو رہے ہیں۔ ایسے میں نئی نسل کو اپنی روایات، اقدار اور علوم وفنون کی صحیح خطوط پر تربیت دینا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ معاشرہ کی صحیح خطوط پر رہنمائی کا فریضہ صرف تعلیم سرانجام دیتی ہے۔

بے جا تقلید اور ثقافتی ورثے کا تحفظ کوئی قابلِ فخر بات نہیں، اگر بزرگوں کی تقلید اتنی ہی قابلِ ستائش ہوتی تو پیغمبر بھی اپنے آباؤ اجداد کی راہ پر چلتے رہتے اور دُنیا کو نئی تعلیمات سے کبھی روشناس نہ کرواتے۔ آج کے دور میں ایک امریکی مفکر تعلیم جان ڈیوی کی نظر میں معاشرتی زندگی کی تشکیلِ نو ہی اصل میں تجربہ کی تنظیمِ نو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم اگر ثقافتی ورثے کی تشکیلِ نو نہ کرے تو معاشرہ جامد ہو کر رہ جائے گا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تہذیب وثقافت کی تشکیلِ نو کے ذریعے عربوں کی زندگی میں ایسا تعلیمی انقلاب برپا کر دیا کہ وہ قوم جو اس وقت کسی شمار میں نہ تھی۔ ایسی اُبھری کہ وہ تعلیم، صنعت وحرفت، سائنس اور معاشیات میں دُنیا کی امام بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی تربیت اس انداز سے فرمائی کہ بے شمار قبائل میں بٹے ہوئے ناخواندہ افراد کی یہ قوم بہت تھوڑے عرصہ میں دُنیا کی عظیم ترین قوت بن کر ابھری جو ایک طرف حُسنِ معاشرت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ اور دوسری طرف سائنس، صنعت وحرفت، معاشرت اور معیشت میں دُنیا کی قیادت کر رہی تھی۔ اپنے اسلاف کے ان کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن کی چھاپ ہمارے نظامِ تعلیم پر اس قدر گہری ہو کہ نصاب سازی سے لے کر امتحانات کے انعقاد تک اور تدریس سے لے کر تعمیرِ سیرت کے اہتمام تک طالب علم کی تعلیمی زندگی کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہ رہے جو اسلامی فکر کے رنگ

میں رنگا ہوا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا یہ بہترین راستہ ہے۔ اس راستہ پر چل کر ہم سائنسی، فنی، معاشرتی اور معاشی علوم کے ہر شعبہ میں اقوامِ عالم کی امامت کے منصب پر فائز ہو سکتے ہیں۔

آج کے دَور میں اس بات کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ تعلیم اسلامی نقطۂ نظر سے موجودہ تہذیب وتمدن کا تنقیدی جائزہ لے اور اس کی تعمیر نو کا فریضہ انجام دے۔ ثقافت کی اصل تشکیل نو یہی ہے۔

۳۔ فرد کی ضروریات کی تکمیل (Fulfilment of Individual Needs)

آپ جانتے ہیں کہ بچے کے اولین اساتذہ اس کے والدین ہوتے ہیں جو بچے کی تربیت اور کردار کی تعمیر میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ بچہ جب ذرا بڑا ہوتا ہے تو سکول جانا شروع کر دیتا ہے اور معاشرہ کی ثقافت کے تحفظ اور تشکیل نو کے لیے اساتذہ کے ہاتھوں اس کی رسمی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے۔ بڑوں کی دُنیا میں داخل ہونے اور بلوغت کی عمر کو پہنچنے تک بچے کو بہت سے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان سب مراحل کی اپنی خصوصیات اور تقاضے ہیں۔ تعلیم کے وظائف میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ بچوں کی صحیح نشوونما کے لیے ان کی ضروریات کا خیال رکھے۔ ماہرینِ تعلیم بچے کی مناسب تربیت کے لیے درج ذیل ضروریات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

☆ متعلم کی سب سے پہلی اور اہم ضرورت اس کی جسمانی اور ذہنی صحت ہے۔ اچھی صحت کے بغیر متعلم اپنا کوئی کام خوش اسلوبی سے نہیں کر سکتا۔ متوازن خوراک، مناسب ورزش، کھیل کود اور صاف ہوا، جسمانی صحت کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ معاشرے کو بچے کی ان ضروریات کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ مستقبل کا معاشرہ صحت مند بنیادوں پر تشکیل پا سکے۔

☆ متعلم کی یہ ضرورت ہے کہ تعلیم کے ساتھ اسے کھیل کود اور دوسرے مشاغل میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے۔ بچوں کی نشوونما کے لیے کھیل کود اتنا ہی ضروری ہے جتنی کہ اچھی خوراک۔ بچوں کی جسمانی، اخلاقی اور ذہنی نشوونما کے لیے کھیل کود اور دوسرے مشاغل بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرہ اور مدرسہ دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ طلبہ کو فارغ اوقات میں مثبت وتعمیری کھیل کود اور صحت مند مشاغل کے مواقع مہیا کریں۔ صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی بچوں کی کھیلوں میں دلچسپی لیتے تھے اور ان کے انعقاد کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

☆ متعلم یہ چاہتا ہے کہ اسے پہچانا جائے اور معاشرہ اس کا احترام کرے۔ بچے کی یہ خواہش فطری ہے کہ وہ اپنے خاندان، رشتہ داروں، دوستوں میں جانا اور پہچانا جائے۔ اس کا احترام کیا جائے۔ وہ دوستوں اور اردگرد کے لوگوں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اسے اہمیت دیں اور اس سے تعاون کریں۔ معاشرے کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے وہ معاشرے سے تعاون حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں بچوں کو اچھے اخلاق، ہمدردی اور تعاون کی تربیت دی جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ بڑوں کی عزت کرو اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آؤ۔ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرنے سے باہم احترام کرنے والا معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

☆ متعلم ذمہ دار شہری اور معاشرے کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے جاننا چاہتا ہے کہ اس کے حقوق اور فرائض کیا ہیں؟ متعلم یہ جاننا چاہتا ہے کہ جس معاشرے میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے اس میں بطور ایک شہری کے اس پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ متعلم یہ پسند کرتا ہے کہ اسے ایک اچھے طالب علم اور ایک اچھے شہری کے طور پر جانا جائے۔ اس سلسلہ میں اس پر جو ذمہ داریاں اور فرائض عائد ہوتے ہیں وہ انھیں ادا کرنا چاہتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اسے پسند کریں اور اس کے افعال کی تعریف کریں۔

☆ متعلم اپنے ماحول اور کائنات کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت ایسی بنائی ہے کہ وہ سیکھنا چاہتا ہے۔ یہی چیز معلومات اور علم حاصل کرنے کی بنیاد بنتی ہے۔ بچہ اپنے اردگرد کی اشیا زمین، سورج، چاند، ستارے حتیٰ کہ پوری کائنات اور خالق کائنات کے بارے میں جاننا چاہتا ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں اس کا مقام کیا ہے؟ یہ کیسے بنی ہے؟ نظام کائنات کیا ہے؟ اس کے اسرار و رُموز کیا ہیں؟ اور کیوں ہیں؟ وہ ایسے سوالات کے جوابات جاننا چاہتا ہے۔ بڑے ہونے پر یہی تحقیق و تفتیش کی عادت نئی نئی ایجادات کا باعث بنتی ہے۔

مندرجہ بالا ضروریات کی فراہمی کے لیے متعلم معاشرہ کا محتاج ہے۔ معاشرہ اس کی ضروریات کی فراہمی کے بدلے متعلم پر کچھ معاشرتی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اور یہ مقصد صرف تعلیم کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے ذریعہ افراد کو اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ان کی ضروریات پوری ہوں اور وہ اس کے بدلہ میں معاشرہ کی ثقافت کو اپنائیں، اچھے شہری ثابت ہوں اور مستقبل میں زندگی کے مختلف اداروں کو کامیابی سے چلائیں۔

ثقافتی اتحاد اور قومی یکجہتی کے لیے قومی تعلیم بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور تعلیم کو یہ فرض ادا کرنا چاہیے۔ ناخواندگی بھی ہمارا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ملکی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم یہ مسئلہ حل کرے۔ جمہوریت کے بارے میں تمام مفکرین اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ جمہوریت ناخواندہ اور نیم خواندہ معاشرے میں کام نہیں دیتی۔ اسلام نے تمام مسلمانوں پر تعلیم کا حصول فرض قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود پاکستان کے لوگوں کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ ناخواندگی کے خاتمے، جمہوریت کو کامیابی سے چلانے اور ملکی ترقی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تعلیم اپنا صحیح کردار ادا کرے۔

مشقی سوالات

1- علم التعلیم سے کیا مراد ہے؟ نیز اس کا دائرہ کار بیان کریں۔
2- ثقافتی ورثے کے تحفظ اور منتقلی سے کیا مراد ہے؟
3- تعلیم فرد کی نشوونما کرتی ہے۔ مثالوں سے وضاحت کریں۔
4- ''تعلیم ثقافت کی تشکیل نو کرتی ہے''۔ اس کی وضاحت کریں۔
5- تعلیم بچے کی نشوونما میں مدد کرتی ہے۔ مثالوں کی مدد سے وضاحت کریں۔
6- فرد کی ضروریات کی تکمیل سے آئندہ کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟
7- درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔
i- علم التعلیم کی اہمیت کی پانچ وجوہات لکھیں۔
ii- کسی قوم کے ثقافتی ورثہ سے کیا مراد ہے؟
iii- تعلیم کا ملک کی تہذیب و ثقافت سے کیا تعلق ہے؟ بیان کریں۔
iv- تہذیب و ثقافت کی تشکیل نو کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔
v- ثقافتی ورثے کی بے جا تقلید کے پانچ نقصانات لکھیں۔
vi- فرد کی پانچ ضروریات کے نام لکھیے۔

vii- انسانی زندگی کے ابتدائی دور میں انسان اپنی نئی نسل کی تربیت کیسے کرتا تھا؟
viii- "تعلیم اگر ثقافتی ورثے کی تشکیل نو نہ کرے تو معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا" سے کیا مراد ہے۔
ix- تعلیم کے وظائف کون سے ہیں؟

8- درج ذیل بیانات میں صحیح ہونے کی صورت میں "ص" کے گرد اور غلط ہونے کی صورت میں "غ" کے گرد دائرہ لگائیں۔

i- پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ ص/غ
ii- علم التعلیم کا مضمون میٹرک سے پی ایچ ڈی تک متعارف ہو چکا ہے۔ ص/غ
iii- سائنس اور فن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ص/غ
iv- تہذیبی ورثے کی منتقلی صرف تعلیمی اداروں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ص/غ
v- ثقافتی ورثہ کا تحفظ رسمی تعلیم کے بغیر ممکن ہے۔ ص/غ
vi- بچے کے اولین اساتذہ اس کے والدین ہوتے ہیں۔ ص/غ
vii- ثقافت کے عملی پہلو میں بہت زیادہ تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔ ص/غ
viii- ثقافت ہمیشہ تغیر پذیر رہتی ہے، کبھی جامد نہیں ہوتی۔ ص/غ
ix- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچوں کے کھیلوں میں دلچسپی لیتے تھے۔ ص/غ
x- متعلم کی ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری معاشرہ پر عائد ہوتی ہے۔ ص/غ

9- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

i- ....فرد کی جامع اور مکمل نشوونما میں مدد کرتی ہے اس میں رسمی اور غیر رسمی تعلیم بھی شامل ہے۔
ii- تعلیمی اداروں کی نگرانی کرنے والے علم التعلیم کے مطالعے کے بغیر............اُمور کو نہیں سمجھ سکتے۔
iii- مقاصد تعلیم، تعلیمی پالیسی، تربیت اساتذہ، تدوین نصاب، طلبہ اور اساتذہ کے معاملات ایسے موضوعات ہیں جن کا تعلق براہ راست............سے ہے۔
iv- علم التعلیم کے دو رُخ ہیں یہ سائنس بھی ہے اور............بھی۔
v- سائنسی طرزِ فکر کی بنیاد ہر شے کا معروضی مطالعہ ہے جس علم کے اجزا میں باہم ربط نہ ہو وہ............نہیں۔

10- درج ذیل میں ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں صحیح جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

i- تعلیم کا سب سے اہم فریضہ ہے۔

(ا) تعلیم و تدریس (ب) تدوین مقاصد تعلیم
(ج) اچھے امتحانی نتائج (د) معاشرتی زندگی کی تشکیل نو

ii- تعلیم کا سب سے بڑا مقصد ہے۔
(ا) معلومات کا حصول (ب) ذاتی تسکین
(ج) ملازمت کا حصول (د) طلبہ کی تربیت

iii- پاکستان کے لوگوں کی اکثریت ہے۔
(ا) ناخواندہ (ب) خواندہ
(ج) تربیت یافتہ (د) نیم خواندہ

iv- جو چیز تجربے اور مشاہدے میں آئے کہلاتی ہے:
(ا) علم (ب) سائنس
(ج) آرٹ (د) مذہب

v- تعلیم کے اہم وظائف کی تعداد ہے۔
(ا) چار (ب) پانچ
(ج) چھ (د) تین

11- ذیل میں دیے گئے کالم (ا) کے اجزا کو کالم (ب) کے اجزا سے اس طرح ملائیں کہ درست جواب حاصل ہو جائے۔

کالم (ا)	کالم (ب)
i- جان ڈیوی نے کہا	ثقافت کی تشکیل نو کرتی ہے۔
ii- معاشرہ کے قیام کے لیے ایک مشترک	جمہوریت۔
iii- سائنس کا تعلق صرف	ثقافت کو اپنائے۔
iv- قومی یک جہتی کے لیے	معاشرتی زندگی کی تشکیل نو ہی اصل میں تجربہ کی تنظیم نو ہے۔
v- معاشرہ توقع رکھتا ہے کہ نئی نسل اس کی	مادی پہلو سے ہے۔
vi- تعلیم کا ایک انتہائی اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ	ثقافت کا ایک ہونا ضروری ہے۔
vii- ناخواندہ اور نیم خواندہ معاشرے میں کام نہیں دیتی	ثقافت کا ہونا ضروری ہے۔

باب 3 انسانی نشوونما اور بالیدگی
(Human Development and Growth)

بچے میں تبدیلیاں فطری وقدرتی اور ماحول کے اثرات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔فطری اور قدرتی تبدیلیوں میں عمر کے بڑھنے کے ساتھ قد کا بڑھنا، وزن کا بڑھنا، ہڈیوں اور عضلات میں مضبوطی پیدا ہونا، چہرے کے خدوخال اور آواز میں تبدیلی پیدا ہونا شامل ہیں۔وقت کے ساتھ ساتھ بچے میں پیدا ہونے والی یہ فطری اور قدرتی تبدیلیاں بالیدگی کہلاتی ہیں۔جسم میں ان تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ذہن اور رویوں میں بھی تبدیلی آتی ہے مثلاً بول چال میں شائستگی،معلومات میں اضافہ اور دلچسپیوں کا تبدیل ہونا۔ان تبدیلیوں کی نوعیت یکساں نہیں ہوتی۔ایسی تبدیلیاں جو بچے کے کردار کے کسی پہلو میں تبدیلی کو ظاہر کرتی ہیں نشوونما کہلاتی ہیں۔

عمومی طور پر بالیدگی کو نشوونما میں شامل کرتے ہوئے نشوونما کو ایک وسیع اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس طرح نشوونما کی سادہ سی تعریف یوں بنتی ہے۔''بچے میں فطری اور ماحول کے زیر اثر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا مجموعہ نشوونما کہلاتا ہے''۔بچّے کی نشوونما کو چار مختلف اَدوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔جن میں شیر خوارگی، بچپن، لڑکپن اور بلوغت شامل ہیں۔ہر دور میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو پانچ اہم پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے جن میں جسمانی، معاشرتی، ذہنی، جذباتی اور لسانی پہلو شامل ہیں۔ان پہلوؤں کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

شیر خوارگی (Infancy)

یہ عمر کا وہ حصہ ہے جس میں بچے کا انحصار دودھ پر ہوتا ہے اور یہ پیدائش سے شروع ہوتا ہے اور تقریباً دو سال تک جاری رہتا ہے۔عمر کے اس حصے میں بچہ بولنا اور چلنا وغیرہ سیکھتا ہے۔وہ اس دور میں تحفظ اور پیار چاہتا ہے جو اسے ابتدائی طور پر ماں کی گود میں ملتا ہے اور پھر بہن بھائی اس میں اضافہ کرتے ہیں۔

شیر خوارگی اور جسمانی نشوونما (Infancy and Physical Development)

پیدائش کے وقت بچے کا قد اوسطاً انچاس سینٹی میٹر کے لگ بھگ ہوتا ہے جو عمر کے پہلے سال کے دوران بڑھ جاتا ہے۔اس دوران ایک صحت مند بچے کا وزن سات سے آٹھ پونڈ تک ہوتا ہے جو پہلے سال کے ختم ہونے تک ایک تہائی بڑھ جاتا ہے۔ٹانگوں اور جسم بڑھنے کے ساتھ بالائی جسم کا بھاری پن کم ہو جاتا ہے۔دوسرے سال میں جسمانی نشوونما کی رفتار پہلے سال کی نسبت کم رہتی ہے۔ عام طور پر لڑکوں کا قد اور وزن لڑکیوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

شیر خوارگی اور معاشرتی نشوونما (Infancy and Social Development)

اس دور میں بچہ اپنے ماں، باپ، بہن بھائی اور نوکر چاکر کو پہچاننے لگتا ہے۔بچہ ان کاموں کو پسند کرتا ہے جن سے اُسے راحت ملے۔تمام بنیادی معاشرتی رویے عمر کے اسی حصے میں تشکیل پاتے ہیں۔اس لیے بچے کے کردار کو شکل دینے کے لیے نفسیاتی اُصولوں

سے کام لینا چاہیے۔ بچہ عمر کے اس حصے میں دوستانہ اور غیر دوستانہ رویے میں فرق سمجھنے لگتا ہے۔

شیر خوارگی اور ذہنی نشوونما (Infancy and Mental Development)

اس دور میں بچہ گرم، سرد، نرم، سخت، دُور، نزدیک، رنگوں، آوازوں اور وزن میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ دیکھی ہوئی چیزوں اور سُنی ہوئی آوازوں کو عرصہ تک یاد رکھ سکتا ہے۔ اس دَور میں توجہ دینے کی صلاحیت بڑی نمایاں ہوتی ہے لیکن عمر کے اس حصے میں ذہنی استعداد کا دُرست اندازہ لگانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

شیر خوارگی اور جذباتی نشوونما (Infancy and Emotional Development)

اس دَور میں بچہ بھوک کی کیفیت رو کر ظاہر کرتا ہے۔ کبھی کبھار جذباتی کیفیت سے مغلوب ہو کر وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے۔ بچے اپنے جذبات کا اظہار رو کر بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی روٹھ بھی جاتے ہیں۔ اس طرح اس دور میں جذباتی کیفیت زیادہ دیر برقرار نہیں رہتی۔

شیر خوارگی اور لسانی نشوونما (Infancy and Linguistic Development)

عمر کے اس دور میں بچہ سُنی ہوئی آوازوں کو دُہرانے لگتا ہے۔ بے معنی اور مہمل آوازیں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ سُنی ہوئی باتوں کو بھی دُہرانے لگتا ہے پندرھویں سے اٹھارھویں مہینے کے دوران تنہا چلنے کے ساتھ ساتھ سادہ جملے ادا کرنے لگتا ہے۔ عمر کے اس دَور میں بچے میں تقلید کی خصلت پائی جاتی ہے۔

طفولیت (Early Childhood)

یہ دَور دو سال سے چھے سال تک جاری رہتا ہے۔ اس دَور میں نشوونما کے مختلف پہلوز یر بحث لائے گئے ہیں۔

طفولیت اور جسمانی نشوونما (Early Childhood and Physical Development)

اس دَور میں بچے کے قد اور ہڈیوں کے سائز میں اضافہ ہوتا ہے۔ دودھ کے دانت مکمل ہوتے ہیں اور بچہ ٹھوس غذا کھانے لگتا ہے۔ بچہ ایک پاؤں پر اپنا توازن برقرار رکھنا سیکھتا ہے۔ وہ دونوں پاؤں استعمال کرتے ہوئے چھلانگ لگا سکتا ہے۔ کپڑے پہن سکتا ہے۔ بچے کے خون کا دباؤ شیر خوارگی کی نسبت اس دور میں بڑھ جاتا ہے۔ نبض کی رفتار پہلے دور کی نسبت اس دَور میں سست ہو جاتی ہے۔ طفولیت میں بچے کی خوراک اور بھوک دونوں ہی بڑھ جاتے ہیں۔ قدرتی حاجات پر قدرت بڑھ جاتی ہے۔

طفولیت اور معاشرتی نشوونما (Early Childhood and Social Development)

شیر خوارگی کے ختم ہونے پر بچے کا ماحول بھی تبدیل ہوتا ہے۔ وہ نئے دوست بناتا ہے۔ نئے چہرے پہچاننے شروع کرتا ہے اور ان نئے چہروں سے مل کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس دَور میں بچے میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ وہ اپنی جنس پہچاننے لگتا ہے۔ اس دور میں چونکہ بچہ اپنے اعضا پر قدرت بڑھا لیتا ہے اس لیے اسے سکول بھیجنا شروع کیا جاتا ہے اور وہ سکول میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر رہنا سیکھتا ہے۔ بچے میں رفاقت، ہمدردی، محبت، تعاون اور قیادت کی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بچے آپس میں اپنی پسند

کے مطابق گروہ بندی کرنے لگتے ہیں۔

طفولیت اور ذہنی نشوونما (Early Childhood and Mental Development)

اس دَور میں قد اور وزن بڑھنے کے ساتھ ساتھ بچے کے دماغ کا 90 فی صد حصہ بھی مکمل ہوجاتا ہے۔ بچہ مسائل، حالات و واقعات، اسباب اور نتائج پرغور وخوض کرنے لگتا ہے۔ اس کی گفتگو مدلل ہوتی ہے لیکن وہ دوسروں کے سامنے بات کرتے ہوئے بعض اوقات ہچکچاہٹ اور شرمیلے پن کا مظاہرہ بھی کرتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں حافظہ خاصا تیز ہوتا ہے شاید اسی لیے واقعات اور باتیں بڑی یاد رہتی ہیں۔

طفولیت اور جذباتی نشوونما (Early Childhood and Emotional Development)

انسان جذبات اور احساسات کے ساتھ جیتا ہے۔ طفولیت کے دور میں بچے میں ہمدردی، محبت، تعاون اور ایثار کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ان جذبوں کو سمجھنے لگتا ہے۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے بچہ، پیار، محبت، نفرت اور حقارت کے جذبات کا اظہار بھی کرتا ہے۔ عمر کے اس دَور میں بچہ داخلی طور پر جذبات پر قابو رکھنا سیکھتا ہے۔ بعض اوقات بچہ غلط وقت پر جذبات کا اظہار کرتا ہے جس سے اُسے شرمندگی بھی ہوتی ہے مثلاً کسی بات پر بلاوجہ ناراض ہوجانا اور بعد میں خود ہی مان جانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ عمر کے اس دور میں بچے کو اس بات کا احساس ہوجاتا ہے کہ اس کی کون سی عادات پسند کی جارہی ہیں اور کون سی ناپسند کی جارہی ہیں۔ چنانچہ وہ موقع کی مناسبت سے اپنی عادات کو اختیار کرتا ہے۔

طفولیت اور لسانی نشوونما (Early Childhood and Linguistic Development)

شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی طرح بچے کی لسانی مہارت اور ذخیرہ الفاظ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ چھ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے بچے کا ذخیرہ الفاظ اڑھائی ہزار سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ بچہ عمر کے اس حصے میں سادہ سے جملوں سے شروع کرتے ہوئے مشکل فقرے ادا کرنے لگتا ہے۔ وہ اپنی مادری زبان کے علاوہ قومی اور دوسری زبانیں بھی بڑی تیزی سے سیکھتا ہے اور انھیں استعمال بھی کرتا ہے۔ لڑکوں کی نسبت اس عمر میں لڑکیاں زیادہ بولنے لگتی ہیں اور دقت بھی کم محسوس کرتی ہیں۔

بچپن (Childhood)

بچپن کا دَور طفولیت کے ختم ہونے سے شروع ہوتا ہے اور نوبلوغت تک جاری رہتا ہے۔ اس دَور میں اعضا میں پہلے کی نسبت پختگی آجاتی ہے۔ اس دَور میں مختلف حوالوں سے تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

بچپن اور جسمانی نشوونما (Childhood and Physical Development)

بچپن کا دَور چھ سال کی عمر سے شروع ہوکر بارہ سال تک جاری رہتا ہے۔ اس دور میں بچے ایک پاؤں سے رسی کود سکتے ہیں۔ وہ آری چلا سکتے ہیں، بُرش کر سکتے ہیں، پنسل پکڑ اور لکھ سکتے ہیں، قینچی چلا سکتے ہیں، ہتھوڑا استعمال کر سکتے ہیں اور سوئی سے سلائی کر سکتے ہیں۔ بچے لباس پہن سکتے ہیں اور تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

بچپن اور معاشرتی نشوونما (Childhood and Social Development)

پہلے اَدوار کی نسبت اس دَور میں بچے زیادہ معاشرت پسند ہوتے ہیں۔ وہ اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرتے ہیں۔ اس دَور میں بچے سرگرمیوں کو زیادہ دیر تک جاری رکھ سکتے ہیں۔ بچے گروہ بندی کرتے ہیں اور اپنے ہی گروہ کے ساتھیوں کے ساتھ کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ کسی بھی کام میں پہل کرنا پسند کرتے ہیں۔ شکست کو آسانی سے قبول نہیں کرتے۔ عمر کے اس دور میں حق ملکیت جتانا اور شیخی بگھارنا بڑی عام سی بات ہوتی ہے۔ والدین سے شفقت اور محبت چاہتے ہیں۔

بچپن اور ذہنی نشوونما (Childhood and Mental Development)

بچہ عمر کے اس دور میں پڑھ لکھ اور حساب کتاب کر سکتا ہے، وقت کا احساس کر سکتا ہے، چیزوں پر زیادہ دیر تک توجہ کر سکتا ہے، وہ اپنی سرگرمیوں کی بہتر منصوبہ بندی کر سکتا ہے۔ بچے کی دلچسپیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی اور دوسروں کی صلاحیتوں سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔

بچپن اور جذباتی نشوونما (Childhood and Emotional Development)

عمر کے اس دور میں بچے میں حُسنِ ظرافت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دُرست اور غلط کی پہچان کرتا ہے۔ بچہ اپنے اندر اُصولوں کا احترام پیدا کر لیتا ہے۔ وہ بہت حساس ہوتا ہے اور دوسروں کے جذبات کا احترام کرتا ہے۔ چیزوں پر حق ملکیت بھی جتاتا ہے لیکن اس کے کسی عمل میں جامعیت اور بالغ نظری نہیں ہوتی۔

بچپن اور لسانی نشوونما (Childhood and Linguistic Development)

اس دَور میں بچہ بڑی خوبی سے الفاظ استعمال کرنے لگتا ہے۔ وہ دوسروں کی باتوں کو توجہ سے سُنتا ہے۔ اپنے اور دوسروں کے بارے میں رائے دیتا ہے۔ وہ حقائق کی پہچان کرتا ہے اور خیالی دُنیا سے باہر آ جاتا ہے۔

بلوغت (Adolescence)

اس دور میں لڑکے مکمل مرد اور لڑکیاں مکمل عورت بن جاتی ہیں ان کے ڈھانچے میں ایک تناسب سے تبدیلی آ جاتی ہے۔ قد تیزی سے بڑھ جاتا ہے۔ بلوغت کا آغاز جغرافیائی اور معاشرتی حالات پر مبنی ہوتا ہے عام طور پر لڑکیوں میں تیرہ سال یا اس سے کچھ کم اور لڑکوں میں اٹھارہ سال سے اس دَور کا آغاز ہوتا ہے۔

بلوغت اور جسمانی نشوونما (Adolescence and Physical Development)

بلوغت کے دَور میں ہڈیاں، اعصاب اور جسم کے دیگر غدود کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے۔ دھڑ اور بازوؤں کا توازن خوب صورت ہو جاتا ہے۔ چہرے کے نقوش مستقل شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ لڑکیاں مکمل عورتیں نظر آتی ہیں جب کہ لڑکوں کے چہروں پر بال اور آواز مردانہ اور موٹی ہو جاتی ہے۔ عورتوں کی آواز باریک اور پتلی ہو جاتی ہے۔

بلوغت اور معاشرتی نشوونما (Adolescence and Social Development)

لڑکیاں اور لڑکے اپنے صنفی کردار کا شعور حاصل کر لیتے ہیں اور وہ اپنے جسم کے تقاضوں کے مطابق کھیل کود اور دیگر سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ بلوغت پن میں کوشش کی جاتی ہے کہ قواعد وضوابط کا احترام پہلے اَدوار کی نسبت زیادہ کیا جائے۔ افراد اپنے حقوق اور فرائض کی پہچان کریں اور اس دور میں وفاداریاں مستقل شکل اختیار کر جاتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خوبی ہوتی ہے کہ افراد انتہائی مناسب موقع پر نفرت، حسد، غصہ اور خوف کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

بلوغت اور ذہنی نشوونما (Adolescence and Mental Development)

ذہنی طور پر فرد اپنی پہچان کے قابل ہو جاتا ہے، اپنے حافظے کی بنیاد پر وہ چیزوں کی شناخت کرتا ہے۔ اس میں تجسس اور جستجو کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ نئی نئی چیزیں جاننے اور کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس دَور میں افراد ایک خاص نقطۂ نظر اختیار کر لیتے ہیں اور اس کے بارے میں دلیل کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ ذہنی طور پر پیشہ اختیار کرنے کے لیے افراد تیار ہوتے ہیں اور اس کے لیے وہ اپنے ذہنی رجحان کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں۔

بلوغت اور جذباتی نشوونما (Adolescence and Emotional Development)

اس دَور میں حسبِ موقع افراد جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ فوری طور پر جذباتی ہو جاتے ہیں اور پھر جلد ہی اس جذباتی کیفیت سے نکل بھی آتے ہیں۔ دوسروں پر تنقید کرنے اور اپنی رائے کو مقدم ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ کسی کے فیصلے کو فوری طور پر ماننے سے گریزاں ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس پر ردِّعمل کا اظہار بھی کرتے ہیں مثلاً دوست بنانے پر تنقید، گھر لیٹ آنے پر منع کرنا، کچھ خاص مضامین پڑھنے کی ہدایت اور محنت کی تلقین کو وہ پسند نہیں کرتے، اپنی تعریف سن کر خوش ہوتے ہیں۔

بلوغت اور لسانی نشوونما (Adolescence and Linguistic Development)

بلوغت کے دَور میں افراد میں نرم زبان استعمال کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے زبان کی مہارت کا سہارا لیتے ہیں۔ ایک سے زیادہ زبان پر عبور کی کوشش کرتے ہیں اس دور میں ذخیرہ الفاظ بڑھانے کی کوشش بڑی واضح طور پر دیکھی جاتی ہے۔ افراد تخلیقی، تعمیری، تنقیدی عبارات پڑھنے اور لکھنے کو پسند کرتے ہیں۔

مشقی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تفصیلاً تحریر کریں۔

1- نشوونما سے کیا مراد ہے؟ اس کے مختلف مدارج بیان کریں۔

2- شیر خوارگی کے دَوران نشوونما کے مختلف پہلو کون کون سے ہیں؟

3- بلوغت کا دَور انسانی زندگی میں نشوونما کے لحاظ سے کس طرح اہم ہے؟

4- بچپن عمر کا ایک اہم حصہ ہے اس کے دَوران نشوونما کی کیا صورتِ حال ہوتی ہے۔

5- مندرجہ ذیل اصطلاحات کی مختصر تعریف بیان کریں۔

......نشوونما

......بلوغت

......بالیدگی

......لڑکپن

......شیرخوارگی

6- خالی جگہ مناسب الفاظ سے پُر کریں۔

i- بچہ............ کے دَوران سنی ہوئی آوازوں کو دُہرانے لگتا ہے۔

ii- شیرخوارگی کے دَوران بچہ بھوک کی کیفیت کو............ ظاہر کرتا ہے۔

iii- بچپن کے دَوران حافظے کی قوت بڑی............ ہوتی ہے۔

iv- بچپن کا دَور............ کے زمانے تک جاری رہتا ہے۔

v- چھ سال کی عمر تک بچے کا ذخیرہ الفاظ عموماً............ سے زیادہ ہوتا ہے۔

vi- بچپن کے دَور میں بچہ سرگرمیوں کو............ عرصے تک جاری رکھ سکتا ہے۔

vii- طفولیت میں بچے کا ذخیرہ الفاظ............ ہوتا ہے۔

viii- بچپن میں بچہ............ اور صحیح کی پہچان کرسکتا ہے۔

7- چار ممکنہ جوابات میں سے دُرست جواب کی نشاندہی کریں۔

i- جسم کے اعضا کا تناسب متوازن اور خوب صورت نہیں رہتا ہے۔

(الف) شیرخوارگی (ب) بچپن (ج) لڑکپن (د) بلوغت

ii- نشوونما سے مراد

(الف) جسمانی تبدیلی (ب) ذہنی ترقی

(ج) ماحول کی تبدیلی (د) فطری اور ماحول کی تبدیلی کا مجموعہ

iii- بچہ اپنی باتوں کو زیادہ مدلل بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

(الف) لڑکپن میں (ب) بلوغت میں (ج) بچپن میں (د) تمام اَدوار میں

iv- بچے کا ذخیرہ الفاظ تیزی سے بڑھتا ہے۔

(الف) شیرخوارگی میں (ب) بچپن میں (ج) لڑکپن میں (د) بلوغت میں

v- طفولیت میں لسانی نشوونما کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(الف) ذخیرہ الفاظ سے (ب) خوداعتمادی سے (ج) خودانحصاری سے (د) بولنے سے

باب 4 تعلّم (Learning)

تعلّم کا مفہوم (Meaning of Learning)

انسان میں مسلسل و متواتر تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا کوئی لمحہ اور کوئی وقت تبدیلی سے خالی نہیں ہوتا۔ پیدا ہونے کے بعد وہ جسمانی طور پر بڑا ہوتا ہے۔ پہلے وہ چلنے کے قابل نہیں ہوتا پھر عمر کے ساتھ دوڑنا بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ پیدائش کے فوری بعد اپنے ہاتھوں سے نہ کوئی چیز پکڑ سکتا ہے نہ اس کی آنکھیں ایک جگہ ٹھہر کر کسی چیز کو مسلسل دیکھ سکتی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس کے ہاتھوں میں مضبوطی آجاتی ہے اور آنکھوں میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تمام تبدیلیاں وقت گزرنے کے ساتھ وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ اس میں کسی بات کو سیکھنے کا دخل نہیں ہے۔ یہ تبدیلیاں، دراصل طبعی و فطری تبدیلیاں ہیں۔

پچھلے باب میں آپ نے پڑھا ہے کہ کچھ تبدیلیاں، بالیدگی کے ضمن میں آتی ہیں، جبکہ دیگر تبدیلیاں نشوونما کی صورت میں رونما ہوتی ہیں۔ تمام فطری تبدیلیاں، عموماً بالیدگی کا حصہ ہیں۔ بہت سی تبدیلیاں نشوونما کے تحت پیدا ہوتی ہیں مثلاً وہ زبان سے اپنی ضرورتوں کا اظہار کرنا شروع کرتا ہے، بچے نے دوڑنا بھاگنا تو شروع کیا ہی تھا لیکن فٹ بال یا ہاکی کھیلنے کے لیے اس کو خاص انداز اختیار کرنا ہوتا ہے۔ وہ معاشرتی آداب اختیار کرتا ہے، تعلقات اپناتا ہے، پڑھنا لکھنا شروع کرتا ہے اور ایسی ہی بے شمار سرگرمیاں اور افعال انجام دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔

بچے، ان تبدیلیوں کو جو طبعی طور پر رونما ہوتی ہیں، روک نہیں سکتے۔ وہ خود بخود وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کو سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر فرد کچھ چیزیں طبعی طور پر سیکھتا ہے مثلاً ہر فرد کو بھوک لگتی ہے تو کھانا کھاتا ہے، پیاس لگنے پر پانی پیتا ہے۔ نیند آتی ہے تو سو جاتا ہے۔ گرمی لگتی ہے تو پنکھا جھلتا ہے۔ سردی لگتی ہے تو کانپنے لگتا ہے۔ جسمانی اعضا میں پختگی آتی ہے تو چلنے پھرنے، اچھلنے کودنے، اُٹھانے، پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تمام قسم کی تبدیلیاں طبعی و حیاتیاتی تبدیلیاں ہیں۔

ذرا غور کیجیے کہ آپ نے بولنا کیسے شروع کیا، زبان کیسے سیکھی، پڑھنا، لکھنا، تقریر کرنا، فٹ بال اور کرکٹ کھیلنا، سائیکل چلانا، موٹر سائیکل چلانا، رشتوں کی پہچان، ادب آداب اور اس قسم کی بے شمار باتیں ہیں جو اپنے آپ نہیں آ گئی ہیں۔ ان میں کوشش کا عمل دخل ہے۔ ہم سب میں یہ تبدیلیاں ایک خاص قسم کے عمل کا نتیجہ ہے جس عمل کے طفیل یہ تبدیلیاں ہم میں اور دیگر تمام انسانوں میں پیدا ہوتی ہیں مستقل اور مستحکم صورت حاصل کر لیتی ہیں، اسے 'نفسیات' کی زبان میں "تعلم" (آموزش) کہتے ہیں۔ نفسیات وہ علم ہے جو انسان کے کردار اور اس پر اثر انداز ہونے والے تمام عوامل اور طریقہ ہائے کار کا مطالعہ کرتا ہے۔ تعلم، انسان کے کردار پر اثر انداز ہونے والا اہم ترین عمل ہے۔ تعلم نے ہی انسان کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اپنے مسائل بآسانی حل کرتا ہے۔ اسی کے طفیل اس جہان فانی میں رونقیں ہیں انسان اپنے موجودہ مسائل ہی حل نہیں کرتا بلکہ مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے طریقے بھی تلاش کر لیتا

ہے۔آیئے اس قدر اہم عمل کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

تعلّم کی تعریف (Definition of Learning)

آپ نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا ہے۔آپ نے یہ کام حروف کی شناخت سے شروع کیا تھا۔ترقی کرتے کرتے آپ اس قابل ہو گئے ہیں کہ اب ہر قسم کی عبارت بآسانی پڑھ لیتے ہیں۔اسی طرح آپ نے بچپن میں سائیکل چلانا سیکھا تھا،اس عمل کے دَوران آپ بار بار گرتے رہے ہوں گے۔بالآخر اب آپ بلا جھجک اور نہایت سہولت کے ساتھ سائیکل ہی کیا شاید موٹر سائیکل بھی چلا سکتے ہیں۔

یہ تمام تبدیلیاں، جو آپ میں پیدا ہو گئی ہیں، آپ کی شخصیت کا مستقل حصہ بن گئی ہیں۔اس گفتگو سے ہم چند نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

(1) بچے میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں،ایک عمل کا نتیجہ ہیں (یعنی تجربہ)

(2) یہ تبدیلیاں،آہستہ آہستہ رونما ہوتی ہیں (یعنی ان میں وقت لگتا ہے)

(3) یہ تبدیلیاں، بچے کے کردار کا مستقل حصہ بن جاتی ہیں (مستقل)

(4) ان تبدیلیوں میں استحکام اور پائیداری ہوتی ہے (مستحکم تبدیلی)

(5) کسی ایک تبدیلی کے نتیجے میں بچے کے کردار میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ آئندہ پیش آنے والے مسائل حل کر لیتا ہے (حلِ مسائل کی صلاحیت)

درج بالا نتائج کی روشنی میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں آنے والا ہر فرد، تجربات سے گزرتا ہے اوران تجربات کے نتیجے میں مسلسل ومتواتر،اپنے کردار میں تبدیلیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعلم ایک عمل ہے۔اس عمل کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی جاسکتی ہے:

"تعلم ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ ماحول میں پیش آنے والے تجربات کی وجہ سے فرد کے کردار میں نسبتاً مستحکم و مستقل تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو اس فرد کو اپنے ماحول میں مناسب انداز سے اپنا کردار انجام دینے اور پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے قابل بنا دیتی ہیں"۔

تعلم کی تعریف کے مطابق فرد کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلیاں (ماسوائے طبعی وفطری تبدیلی) نسبتاً دیرپا ہوتی ہیں۔یہ تبدیلیاں، ماحول میں پیش آنے والے تجربات کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔فرد کو یہ تجربات بھی دوصورتوں میں پیش آتے ہیں۔اولاً وہ خود کسی "عمل" کے ردِعمل میں کوئی کام کرتا ہے۔ثانیاً یہ کہ وہ خود تو تجربے سے نہیں گزرتا تاہم دوسرے پر گزرنے والے تجربات سے سبق سیکھتا ہے اوران کا مشاہدہ کر کے اپنے کردار میں موزوں تبدیلیاں پیدا کر لیتا ہے۔

تعلم مسلسل اور متواتر جاری رہنے والا عمل ہے اس میں ذہن، عمر، اور جگہ کی کوئی قید نہیں۔فطین افراد جلد سیکھ لیتے ہیں جبکہ کند ذہن لوگ دیر سے سیکھتے ہیں۔بہرحال "تعلم" کے عمل سے سب گزرتے ہیں۔اس عمل کے نتیجے میں ان کے کردار میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔یادرہے کہ یہ نسبتاً مستقل و مستحکم تبدیلیاں،انسانی کردار کے تین شعبوں میں واقع ہوتی ہیں: یعنی

(۱) وقوفی یا علمی (۲) مہارات (۳) جذباتی استحکام اور رویے۔

یوں،فرد کے علم اور فکر وفہم میں اضافہ ہوتا ہے، وہ بہت سے کام عملی طور پر انجام دیتا ہے اور وہ معاشرتی طور پر اچھے بُرے،

نیک و بد میں تمیز اور انتخاب کر سکتا ہے۔ اس طرح تعلم کے ذریعے فرد کے کردار میں ہمہ گیر اور مجموعی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

تعلّم، ایک فرد کی زندگی میں کبھی تیز، کبھی سست ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات اس کے تعلم میں کچھ عناصر مددگار ہوتے ہیں، تو دیگر عوامل رکاوٹ کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ مددگار عناصر سے تعلّم میں بہتری جبکہ رکاوٹ بننے والے عوامل تعلم میں منفی رول ادا کرتے ہیں۔ آئندہ ہم ان عوامل پر گفتگو کریں گے۔

تعلّم پر اثر انداز ہونے والے عوامل (Factors affecting Learning)

ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہ تعلم کبھی رفتار کے لحاظ سے تیز اور کبھی سست ہوتا ہے۔ چند صورتوں میں تعلم بالکل نہیں ہوتا بچے کچھ کام کرتے ہیں لیکن انہیں حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دراصل فرد کی زندگی میں رکاوٹیں، مددگار عناصر، جسمانی و نفسیاتی کیفیتیں اور ماحولی عناصر تعلم پر اثر انداز ہو کر اس عمل میں یا تو رکاوٹ بن جاتے ہیں یا پھر تعلم کی رفتار کو تیز کر دیتے ہیں۔ رکاوٹ بننے والے عناصر و عوامل تعلم کی رفتار سست کر دیتے ہیں۔ مددگار عوامل تعلم میں سہولت و آسانی پیدا کر کے اسے مستحکم، مستقل اور دیر پا بنا دیتے ہیں۔

ایسے ہی کچھ عوامل درج ذیل ہو سکتے ہیں:

(۱) بچے کی جسمانی کیفیات

(۲) بچے کا گھریلو ماحول

(۳) بچے کی نفسیاتی کیفیات (یعنی جذباتی)

(۴) محرکات اور انفرادی ضرورتیں

آیئے اب ہم ان پر ذرا وضاحت سے گفتگو کرتے ہیں

(۱) بچے کی جسمانی کیفیات (Physical Conditions of Child)

بچے کی بالیدگی اور نشوونما کا عمل مسلسل اور باقاعدہ ہوتا ہے۔ ہر بچے میں نشوونما کی رفتار یکساں نہیں ہوتی، اگر کسی وجہ سے یہ عمل مسلسل اور باقاعدگی سے جاری نہ رہے تو وہ بچے کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو متاثر کرتا ہے۔ خدانخواستہ پیدائش کے وقت ہی کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے جس سے جسمانی نشوونما متاثر ہو جائے تو بچہ ذہنی طور پر معذور ہو سکتا ہے۔ اس کے جسمانی اعضا (ہاتھ، پیر، آنکھ، کان وغیرہ) کی بالیدگی میں خلل پیدا ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ اپنے اعضا جسمانی اور ذہنی قوتوں کو درست انداز میں استعمال نہیں کر سکے گا جو بچہ ہاتھ سے معذور ہو وہ کس طرح چیزوں کو پکڑ سکے گا۔ کھیل کود میں حصہ لے سکے گا۔ یوں بہت سے افعال جو ہاتھوں سے کیے اور سیکھے جاتے ہیں، ہاتھوں سے معذور بچے کے لیے کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح، ذہنی طور پر مجبور و معذور بچے بھی مختلف تجربات کو سمجھ نہیں سکیں گے اور ان کے سیکھنے کا عمل ناقص رہ جائے گا۔

لہٰذا بچے کی جسمانی نشوونما، تعلم کے عمل کے لیے ابتدائی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ جسمانی و ذہنی طور پر صحت مند بچے موزوں اور بہتر تعلم کے حامل ہوں گے۔

(۲) بچے کا گھریلو ماحول (Home Environment of Child)

بچے کی جسمانی، معاشرتی، جذباتی اور دیگر پہلوؤں کی نشو ونما میں بچے کا گھریلو ماحول بہت اہمیت رکھتا ہے۔ گھر کے تمام افراد اور اس گھر میں وقوع پذیر ہونے والی تمام سرگرمیاں، بچے کا ماحول ہے۔ گھر کے افراد اگر بچے پر توجہ دیں گے، اسے مناسب خوراک فراہم کریں گے، اس کو ماحول اور موسم کی گرمی سردی سے محفوظ رکھیں گے، اس کے ساتھ مشفقانہ سلوک کریں گے، اس کے کاموں میں اس کی مدد کریں گے، ادب آداب کا خیال کریں گے تو یقیناً بچے کی شخصیت پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ وہ اپنے اس خوشگوار ماحول سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گا۔ یہ ساری باتیں، اس کے سیکھنے کے عمل میں مثبت کردار ادا کریں گی۔ اس کے برعکس جس بچے کے گھر میں افراد خاندان آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ بچے کو مارتے پیٹتے ہیں۔ اس پر توجہ نہیں دیتے، تو ہو سکتا ہے اس میں باغیانہ کیفیات جنم لیں یا وہ پژمردگی کا شکار ہو جائے اور کسی چیز کے سیکھنے میں دلچسپی نہ لے تو تعلّم کی رفتار سست ہو جائے گی۔ خوشگوار ماحول سیکھنے کے عمل میں سہولت پیدا کرتا ہے جبکہ تکلیف دہ صورت حال، تعلم کی رفتار میں رکاوٹیں پیدا کر دیتی ہے۔ گھر کا ماحول جتنا اچھا ہوگا تعلم کی رفتار اور اس کے استحکام میں بہتری آئے گی۔

(۳) بچے کی نفسیاتی کیفیات (Psychological Conditions of Child)

بچے کی نفسیاتی و جذباتی نشو ونما بھی تعلّم پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں ایک اہم عنصر ہے۔ غصہ، نفرت، پیار محبت وغیرہ جیسے جذبات سے بچے کی شخصیت میں لاتعداد تبدیلیاں جنم لیتی ہیں۔ غصہ کی حالت میں، بچہ صحیح فیصلے کرنے، اچھے بُرے میں تمیز کرنے، کسی کام میں بھرپور توجہ دینے، کام کے اقدامات کو دُرست طور پر جاری رکھنے میں کوتاہی برتے گا۔ بچہ ہر کام کو غلط انداز میں انجام دے گا۔ اسی طرح نفرت کے جذبات بھی تعلم پر منفی اثر ڈالتے ہیں اگر چہ کسی فرد کے ساتھ اچھے تعلقات نہ رکھنے کی بنا پر، اس سے نفرت کرنے لگے گا تو اس فرد کے ساتھ پیش آنے والے تمام تجربات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ کر ان کاموں کو کرنے سے گریز کرے گا۔ جذباتی بے چینی سے تعلم کی رفتار اور اس کے استحکام پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

(۴) محرکات اور انفرادی ضرورتیں (Motives and Individual Needs)

بچہ کی انفرادی ضرورتیں بھی تعلم پر اثر انداز ہوتی ہیں، اگر بچے کو بھوک لگی ہو تو بھوک ایک منفی محرک بن جائے گی اور وہ جس تجربے سے گزر رہا ہوگا اسے قبول نہیں کرے گا۔ بھوک کی ضرورت، باقی دیگر محرکات میں زیادہ طاقتور محرک بن جائے گی۔ اس طرح اگر بچے کو سردی لگ رہی ہو اور اسے کسی کام کو سیکھنے پر آمادہ کرنا چاہیں تو وہ ہرگز اس کام کو سیکھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ ہر بچہ عزت و توقیر کا طلبگار ہوتا ہے۔ وہ کسی ایسے کام میں مشغول نہیں ہوتا جس کے کرنے میں اسے بے عزتی کا احساس ہوتا ہو۔ یوں اگر کوئی اس کی عزت نہیں کرے گا تو بے عزتی کرنے والے فرد کے ساتھ وقوع پذیر ہونے والے تجربات کو بچہ ناپسند کرتے ہوئے رد کر دے گا۔ انفرادی ضرورتوں کے علاوہ محرکات وہ مقاصد بھی ہو سکتے ہیں جنہیں بچہ حاصل کرنا چاہتا ہو یا جن کاموں کو کرنے سے اسے خوشی و راحت محسوس ہوتی ہو یا کام کو کرنے کے بعد اسے شاباش ملنے کا امکان ہو۔ لہٰذا یہ کام اور انفرادی ضرورتیں، تعلم کی بہتری اور اس میں استحکام کا باعث بنتی ہیں۔

انفرادی اختلافات کے تعلّم پر اثرات

(Effects of Individual Differences on Learning)

ہم نشو ونما کے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ بچے میں عمر کے بڑھنے کے ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اور تعلّم کے سلسلے میں بھی ہم نے بچے کی شخصیت و کردار میں مستقل رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تعلّم پر اثر انداز ہونے والے چند عوامل کا بیان بھی کیا ہے۔

تمام انسان ایک دوسرے سے مختلف ہیں، کوئی کالا ہے، تو کوئی گورا۔ کوئی ذہین ہے اور کوئی کند ذہن۔ آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ کچھ بچے کھیل کود میں جلد مہارت حاصل کر لیتے ہیں، کچھ بات کو جلد سمجھ لیتے ہیں۔ کچھ خوبصورت تحریر لکھنے میں ماہر ہو جاتے ہیں۔ جبکہ بعض بچے اچھے تعلقات قائم کرنے میں سبقت لے جاتے ہیں۔ چند بچے تصویر بنا لیتے ہیں جبکہ دوسرے بچے سائنسی اُمور میں دوسروں کے مقابلے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار اختلافات ہمارے روزمرہ مشاہدے میں آتے رہتے ہیں۔ سیکھنے کے عمل میں بھی یہ اختلافات دیکھنے میں آتے ہیں۔ تعلّم کے سلسلہ میں ظاہر ہونے والے اختلافات، دراصل بچوں میں موجود ''انفرادی اختلافات'' کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ہم کچھ اہم انفرادی اختلافات اور ''تعلّم پر ان کے اثرات'' کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) جسمانی اختلافات
(۲) ذہنی اختلافات
(۳) دلچسپیوں میں اختلافات
(۴) جذباتی اختلافات
(۵) معاشرتی اختلافات
(۶) علمی/تعلیمی استعداد میں اختلافات

۱- جسمانی اختلافات (Physical Differences)

ہر بچہ، دوسرے بچوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ہر بچے کی اپنی انفرادیت ہوتی ہے۔ رنگ میں، قد میں، فربہی میں، بالوں میں، آنکھوں کے رنگ میں، چہرے کی بناوٹ میں، بچے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ تاہم یہ اختلافات تعلّم پر اثر پذیر نہیں ہوتے۔ ان کے اثرات اس وقت تعلّم میں رونما ہوتے ہیں جب بچے کے جسمانی اعضا کی نشوونما میں کوئی کمی رہ گئی ہو، اگر بچے کی نظر کمزور ہے تو وہ جلد پڑھ نہیں سکے گا۔ دُور یا نزدیک کی چیزیں اسے فوری نظر نہیں آئیں گی۔ اسی طرح اگر اس کی ٹانگوں میں کوئی نقص ہے تو وہ بھاگ دوڑ نہیں سکے گا اور کھیل کود میں اسے مشکل پیش آئے گی، اگر اس کی سُننے کی استعداد میں کوئی کمی ہے تو سننے کے تجربات میں اسے مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اگر بچہ بیمار ہے یا کسی مستقل قسم کی معذوری کا شکار ہے تو اس کی یہ حالت اس کے تعلّم پر گہرا اثر ڈالے گی۔ غرضیکہ افراد کے درمیان جسمانی اختلافات بھی تعلّم کی رفتار کو تیز یا سُست کر سکتے ہیں۔

۲- ذہانت کے اختلافات (Intellect Differences)

جسمانی اختلافات کے ساتھ ساتھ بچوں میں ذہانت کے اختلافات بھی ہوتے ہیں۔ یہ اختلافات کم از کم تین درجوں میں سامنے آتے ہیں یعنی (۱) اعلیٰ ذہانت، (۲) متوسط ذہانت، اور (۳) ادنیٰ ذہانت۔ ان اختلافات کی وجہ سے بچوں میں سیکھنے کی

صلاحیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اعلیٰ ذہانت کے افراد اپنے تجربات سے چیزوں یا تصورات کو جلد سمجھ لیتے ہیں۔ ان کے تعلم کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ اپنے مسائل جلد اور بہتر انداز میں حل کر لیتے ہیں مستقبل کے مسائل کو حل کرنے کے لیے وہ اپنے طریقے وضع کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے ماحول سے بہتر انداز میں اور جلد مطابقت پیدا کر لیتے ہیں، اگر انہیں اچھا ماحول مل جائے، تو وہ معاشرے کے لیے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ملک وقوم کے لیے بھی سرمایہ عزت وعظمت بن جاتے ہیں۔ متوسط ذہانت کے حامل بچے، ذہین وفطین کے مقابلے میں اتنی جلد تعلم میں ترقی تو نہیں کرتے تاہم معاشرہ کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاتے۔ جبکہ ادنیٰ ذہانت کے بچوں کو سیکھنے میں بہت دیر لگتی ہے۔ وہ زیادہ دقیق اور پیچیدہ باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ان کا ادراک بہت کمزور ہوتا ہے۔

غرضیکہ بچوں میں ذہانت کے اختلافات، تعلم کے عمل میں ''اہم ترین'' کردار انجام دیتے ہیں۔

۳- دلچسپیوں میں اختلافات (Differences in Interests)

بچوں کی دلچسپیاں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ بعض بچے کھیل کود میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، تو کچھ بچے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں۔ کوئی بچہ مصوری کا شوقین ہوتا ہے، تو دوسرا بچہ تقریر کے فن کو بہتر انداز میں اختیار کر لیتا ہے۔ ایک طالب علم ریاضی کے مضمون میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ تو دوسرا اُردو کے مضمون میں۔ کوئی بچہ شاعری کا شوق رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بچوں کی دلچسپی کے شعبے اور سیکھنے کے شعبے متعین ہو جاتے ہیں اور وہ ان میں جلد مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ دلچسپی بھی تعلم کے عمل پر اثر انداز ہوتی ہے۔

۴- جذباتی اختلافات (Emotional Differences)

جذباتی طور پر بھی بچوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ اختلافات بچے کو گھریلو ماحول سے ملتے ہیں۔ ان میں یہ اختلافات کئی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض بچے غصیلے ہوتے ہیں، بعض ہنس مکھ، ملنسار، شرمیلے، خوف زدہ، متلون مزاج۔ بچوں کی یہ جذباتی کیفیات ان کے کام کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہیں۔ غصہ میں بچہ اچھے بُرے کی تمیز بھول جاتا ہے۔ اسے بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں۔ وہ بے چینی کا شکار رہتا ہے۔ اس کی سوچ منفی انداز کی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح متلون مزاج بچے بھی کسی کام کو توجہ اور تسلسل سے نہیں کر سکتے۔ وہ ہر کام اُدھورا چھوڑ کر دوسرے کام میں لگ جاتے ہیں۔ لہٰذا جذباتی کیفیات بھی بچوں کے تعلم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

۵- معاشرتی اختلافات (Social Differences)

ان اختلافات میں دو طرح کے اختلافات شامل ہیں۔ اولاً معاشرے کے افراد کے آپس کے تعلقات اور لوگوں کا رہن سہن۔ دوم، افراد معاشرہ کی معاشی، سیاسی حیثیت، اگر بچے کے تعلقات اپنے بزرگوں اور افراد معاشرہ کے ساتھ اچھے ہوں گے تو وہ اپنے بزرگوں سے بہت سی موزوں باتیں سیکھے گا۔ اس کو اچھے ادب آداب آ جائیں گے، اگر وہ نیک صحبت میں رہتا ہے، تو اس کا تعلم مثبت ہو گا۔ بُرے لوگوں سے تعلقات، اس کے تعلم میں منفی اور بُرے اعمال پیدا کرنے کا سبب بنیں گے۔ پھر وہ جس ماحول میں رہے گا، اسی ماحول سے متعلق باتیں اس کے علم کا حصہ بنیں گی۔ یہ بات ایک شہری و دیہاتی بچے میں موجود علمی و عملی اختلاف کی صورت میں نظر آئے گی۔ گھریلو ماحول اچھا ہو گا تو بچے کے تجربات میں بہتر علم، رویے اور مہارتیں پیدا کرے گا۔

اسی طرح بچے کے گھر کے معاشی حالات بھی تعلم کو متاثر کریں گے۔ معاشی طور پر خوش حال گھرانے کے لوگ اپنے بچے کی

موزوں علمی و عملی تربیت کر سکیں گے۔ بچے کو بے شمار سہولتیں حاصل ہوں گی۔ یوں وہ ان سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے تعلم میں بہتری پیدا کریں گے۔

۶- علمی/تعلیمی استعداد میں اختلافات (Differences in Learning Capacity)

بچے اپنی ذہنی صلاحیتوں اور دیگر سہولتوں کی وجہ سے تعلیمی استعداد میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ بچے اپنے سابقہ علم، مہارتوں اور رویے کی وجہ سے تعلم میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ جن بچوں کو تعلیمی استعداد بڑھانے کے زیادہ مواقع دستیاب ہوتے ہیں، وہ ان بچوں سے سبقت لے جاتے ہیں جو ان مواقع سے محروم رہے۔ پڑھنے لکھنے اور حساب کتاب میں وہ بچے یقیناً بہتر کارکردگی ظاہر کریں گے جن کے پاس سابقہ علم میں اس کارکردگی کے لیے بنیادیں موجود ہیں۔ اسی طرح بعض بچوں میں کسی خاص کام کے لیے خصوصی استعداد ہوتی ہے۔ وہ بچے جو ایک زبان میں بہتر سابقہ علم رکھتے ہیں دوسری زبان میں بھی نسبتاً موزوں کارکردگی کا اظہار کریں گے۔

مختصراً یہ کہ تعلم، بچے کے کردار میں ایسی نسبتاً مستحکم تبدیلی ہے جو تجربات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ تبدیلی اسے اپنے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ تعلم کے اس عمل پر مختلف عوامل اثر انداز ہو کر اسے تیز رفتار یا سُست بنا دیتے ہیں۔ یہ عوامل انفرادی اختلافات کی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ غرضیکہ تعلم کو مثبت یا منفی بنانے میں ان عوامل اور انفرادی اختلافات کا بہت اہم کردار ہے۔

مشقی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے۔

-1 تعلم کے عمل کی خصوصیات بیان کیجئے۔ ہر خصوصیت کے لیے ایک ایک مثال بھی لکھیے۔

-2 تعلم پر اثر انداز ہونے والے عوامل لکھ کر ان کی وضاحت کیجیے۔

-3 بچے کے گھریلو ماحول میں کیا باتیں شامل ہیں؟ اس ماحول کا بچے کی ابتدائی تعلیم پر کیا اثر پڑتا ہے؟ مثالیں دے کر وضاحت کیجیے۔

-4 انفرادی اختلافات تعلم پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟ مثالیں دے کر بیان کیجیے۔

-5 ذہنی اور تعلیمی استعداد میں اختلافات کے بچوں کے تعلم پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ مثالوں سے وضاحت کریں۔

-6 مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے۔

-i طبعی و فطری تبدیلی کسے کہتے ہیں؟

-ii تعلم سے کیا مراد ہے؟

-iii تعلم پر اثر انداز ہونے والی تین رکاوٹیں کون سی ہیں؟

-iv گھریلو ماحول سے کیا مراد ہے؟

-v ''جذبات'' کا تعلم پر اثر بیان کیجیے۔

-vi انفرادی اختلافات سے کیا مراد ہے؟

vii- جسمانی اختلافات کی تین مثالیں لکھیں۔

viii- ذہانت کے تین درجات کے نام لکھیے۔

ix- معاشرتی اختلافات کی دو اقسام لکھیں۔

7- نیچے دیے ہوئے بیانات میں سے صحیح کے سامنے ''ص'' اور غلط بیان کی صورت میں ''غ'' کے گرد دائرہ لگائیے:

i- طبعی تبدیلیاں بغیر سیکھے، مسلسل جاری رہتی ہیں۔ ص/غ

ii- فطری و طبعی تبدیلیاں، بالیدگی کا حصہ نہیں ہیں۔ ص/غ

iii- تعلم کے عمل کے نتیجے میں کردار میں آنے والی تبدیلی مستقل نہیں ہوتی۔ ص/غ

iv- تعلم کے نتیجے میں بچے کے کردار میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو آئندہ پیش آنے والے مسائل حل کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ ص/غ

v- تعلم کے ذریعے فرد کے صرف کسی ایک پہلو میں بہتری آتی ہے جبکہ اس کے کردار کے دوسرے پہلو متاثر نہیں ہوتے۔ ص/غ

vi- بچے کی جسمانی بالیدگی و نشوونما، تعلم پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی۔ ص/غ

vii- بچہ اچھی یا بُری عادتیں پہلے پہل گھر سے سیکھتا ہے۔ ص/غ

viii- غصہ کی حالت میں، بچہ صحیح فیصلے کرنے اور اچھے بُرے میں تمیز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ص/غ

ix- انسانی رویہ، تعلم پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ ص/غ

x- سابقہ معلومات رکھنے والے بچے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ص/غ

8- درج ذیل جملوں میں خالی جگہ پُر کیجیے۔

i- انسان میں مسلسل و متواتر............ پیدا ہوتی رہتی ہے۔

ii- طبعی و فطری تبدیلیوں میں............ کے عمل کی مداخلت نہیں ہوتی ہے۔

iii- طبعی تبدیلیاں عموماً............ کا حصہ ہوتی ہیں۔

iv- ....انسان کے کردار پر اثر انداز ہونے والا اہم ترین عمل ہے۔

v- تجربات سے گزرنے کے بعد انسان اپنے مسائل کو حل کرنے کے............ تلاش کر لیتا ہے۔

vi- تعلم کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں فرد کو پیش آنے والے............ کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔

vii- تعلم کے ذریعے فرد کے کردار میں............ اور مجموعی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

viii- ہر بچے میں نشوونما کی رفتار............ نہیں ہوتی ہے۔

ix- گھر کے افراد کا بچے کے ساتھ مشفقانہ سلوک، بچے کی شخصیت پر اچھے اثرات............ کرے گا۔

x- اگر بچہ کسی مستقل............ کا شکار ہے تو اس کی یہ حالت اس کے تعلم پر گہرا اثر ڈالے گی۔

9- مندرجہ ذیل سوالات میں ہر بیان کے نیچے چار ممکنہ جواب دیے گئے ہیں۔ صحیح یا موزوں ترین جواب کے سامنے دی ہوئی لائن پر "✓" کا نشان لگائیے۔

i- تعلّم کے عمل کے نتیجے میں فرد میں:

ا۔ بہت سی عادات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ....
ب۔ کرداری تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ....
ج۔ بہت سے جذبات رونما ہوتے ہیں۔ ....
د۔ معاشی کردار ادا کرنے کی صلاحیت فروغ پاتی ہے۔ ....

ii- تعلّم کے ذریعے پیدا ہونے والی تبدیلیاں:

ا۔ مستقل قسم کی ہوتی ہیں۔ ....
ب۔ عارضی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ ....
ج۔ طبعی قسم کی ہوتی ہیں۔ ....
د۔ نفسی حرکی قسم کی ہوتی ہیں۔ ....

iii- تعلّم، فرد کو پیش آمدہ مسائل کو:

ا۔ جاننے میں مدد دیتا ہے۔ ....
ب۔ دُور کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ ....
ج۔ تجربہ کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ....
د۔ حل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ ....

iv- بچے کے تعلّم پر سب سے پہلے اس کے:

ا۔ ہم عمر بچے اثر انداز ہوتے ہیں۔ ....
ب۔ گھر کا ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ ....
ج۔ سیکھنے کے مقاصد اثر ڈالتے ہیں۔ ....
د۔ انفرادی اختلافات اثر انگیز کے طور پر کام کرتے ہیں۔

v- درج ذیل میں ایک جواب کا تعلق انفرادی اختلاف سے نہیں ہے:

ا۔ نظر کمزور ہونا۔ ....
ب۔ ماں باپ میں ناچاقی۔ ....
ج۔ ذہنی صلاحیتیں۔ ....
د۔ دلچسپیاں۔ ....

باب 5 گھر، سکول اور معاشرہ
(Home , School and Society)

گھر (Home)

جانور اور انسان اپنے گھر سے پیار کرتے ہیں۔ بچے کی ابتدائی تربیت گھر پر ہوتی ہے۔ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ گھر شخصیت کے لازمی پہلوؤں کی تربیت کرتا ہے، تحفظ اور پیار محبت دیتا ہے۔ گھر ہی میں بچے ذمہ داریوں کی ادائیگی، آداب معاشرت اور دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھنا سیکھتے ہیں۔ گھر کی تربیت کا انداز غیر رسمی ہوتا ہے۔ اس میں کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، بول چال، چھوٹے بڑے کی پہچان، ذاتی مفادات کو خاندانی مفادات پر ترجیح دینا شامل ہے۔

سکول (School)

ہر معاشرہ اپنی نئی نسل کی تربیت کا پابند ہوتا ہے۔ معاشرہ یہ ذمہ داری سکول کے ذریعے نبھاتا ہے۔ سکول بچے کی تعلیم کی ذمہ داری اُستاد کو سونپتا ہے۔ اُستاد طالب علم کو اچھا شہری اور مفید رکن معاشرہ بناتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے اُستاد کو رُوحِ انسانی کا معمار قرار دیا ہے۔ تربیت اور سکول کی حدود کا علیحدہ کرنا ممکن نہیں۔ گھر اور سکول کی تربیت کے اثرات بچے کی شخصیت پر بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ گھر اور سکول بچے میں ذہنی، اخلاقی، جمالیاتی اور روحانی اقدار کی یکساں تعمیر کرتے ہیں۔

معاشرہ (Society)

معاشرہ کا ہم معنی انگریزی لفظ سوسائٹی ہے۔ اس کے معانی ساتھیوں کی جماعت یا گروہ کے ہیں۔ عربی لفظ معاشرہ کے معانی بھی مل جل کر رہنے کی جگہ کے ہیں۔ اصطلاحاً معاشرہ یکساں خیالات رکھنے والے افراد کا وہ گروہ ہے جو مشترکہ مفادات کے لیے مل جل کر رہتے ہیں انسان بنیادی طور پر مل جل کر رہنا چاہتا ہے۔ مل جل کر رہنے کی یہ کوشش معاشرہ بناتی ہے۔

ہر معاشرے کے اپنے معیارات ہوتے ہیں۔ سکول ایک ٹکسال ہوتا ہے۔ جہاں سے تربیت پانے والوں کو معاشرے کے مطلوبہ معیاروں کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔

گھر، سکول، کمیونٹی اور معاشرے کا تعلق
(Relation among Home, School, Community and Society)

گھر بچے کی غیر رسمی انداز میں انفرادی تربیت کرتا ہے۔ بچے کو بہن بھائیوں اور ماں باپ کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تربیت کی جاتی ہے۔ گھر افرادِ خاندان کو مل جُل کر رہنے کی تربیت دیتا ہے۔ گھر افراد کو ذمہ داریوں اور حقوق سے شناسا کرنے کے ساتھ ان کی ادائیگی کے لیے بھی تیار کرتا ہے۔ گھر کی تربیت سکول کی تعلیم و تربیت کے لیے بنیاد بنتی ہے۔ کمیونٹی معاشرے کی ایک اکائی ہوتی ہے۔

جہاں افراد اپنی فلاح کے لیے مل جل کر کام کرتے ہیں، مثلاً موسمی بیماریوں سے روک تھام، پانی کے ضیاع کی روک تھام، بچوں کی بہتر تعلیم ایسے امور ہیں جنھیں کمیونٹی ہی انجام دیتی ہے۔ سکول میں اس کی مثال بچوں کی تعلیم کی بہتری کے لیے والدین اور اساتذہ کی تنظیم ہوتی ہے۔ یہ تنظیم مذہبی تقریبات، قومی تقریبات، فنڈ کے حصول اور خرچ کے لیے مل کر کام کرتی ہے۔ سکول کے نظام میں بہتری والدین، اساتذہ اور کمیونٹی کے دوسرے افراد کے مل کر کرنے سے لائی جا سکتی ہے۔ خاندان کے مالی حالات کو بہتر بنانے کے لیے مرغبانی، مگس بانی، ماہی پروری، ریشم کے کیڑے پالنا، لاکھ کے کیڑے پالنا، کشیدہ کاری کے مراکز بنانا، چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتیں لگانے کی تربیت دینے کے لیے سکول کمیونٹی کی مدد کر سکتا ہے۔

سکول بچے کی آزادی کو کچھ پابندیوں کا عادی بناتا ہے۔ بچے کو علم اور مہارتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ بچہ علم اور مہارتوں کے ذریعے بہتر روزگار حاصل کر کے اپنی معاشی حالت بہتر بناتا ہے سکول بچے میں خاص قسم کے ماحول میں پسندیدہ عادات، آداب، افکار، اقدار اور رُجحانات پیدا کرتا ہے۔

سکول کا تربیتی نظام شخصیت و کردار کی تربیت اس طرح کرتا ہے کہ افراد معاشرہ زمانہ بلوغت کی ذمہ داریاں اور شہری حقوق و فرائض بہتر طور پر ادا کر پاتے ہیں۔ سکول کو بلاشبہ ہم ایک چھوٹا سا معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ جہاں زبان و بیان، اخلاق و آداب، سیاست وحکومت جیسے اُمور کی تربیت کی جاتی ہے۔ سکول کی تمام تر ذمہ داریاں معاشرتی زندگی کی تیاری کے لیے ہوتی ہیں۔ سکول ان اُمور میں معاشرے کی معاونت کرتا ہے۔

-1 انسانوں کے مل جل کر رہنے کی خصلت کی آبیاری ہوتی ہے۔
-2 مشترکہ ضرورتوں اور نصب العین کے لیے افراد معاشرہ کو فعال بنایا جاتا ہے۔
-3 ہر بچہ مدرسے کے معاشرتی ماحول سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
-4 بچے کی عادات و صفات، احساسات، جذبات اور صلاحیتیں سکول کے ماحول کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔
-5 سکول بچے کو معلومات، عادات اور مہارتیں مہیا کر کے ثقافتی ورثہ کو منتقل کرتا ہے۔
-6 سکول بچے کی سرگرمی میں تبدیلی پیدا کر کے بدلتے ماحول سے مطابقت کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔
-7 سکول ذہنی، جسمانی، جذباتی، معاشرتی، سیاسی، روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی طور پر متوازن شخصیات پیدا کرتا ہے۔

معاشرہ اور تعلیم (Society and Education)

-1 بچے کی دلچسپیوں کے مطابق تعلیم دے کر معاشرے کو افرادی قوت فراہم کی جاتی ہے۔
-2 معاشرے کی زندگی کے لیے بچے کو تیار کر دیا جاتا ہے۔
-3 سکول اور معاشرے کی زندگی کے درمیان فرق ختم ہو جاتا ہے۔
-4 معاشرتی روایات، رسم و رواج اور آداب و اخلاق سکھائے جاتے ہیں۔
-5 پیچیدہ معاملات کو آسان فہم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

6- معاشرے کے اچھے پہلوؤں کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔
7- متضاد نظریات میں توازن پیدا کیا جاتا ہے۔
8- چھوٹی چھوٹی ذاتی وفاداریوں کو ملکی اور ملی وفاداریوں پر قربان کیا جاتا ہے۔
9- گھر اور مدرسے کے ماحول سے مدد لے کر وسیع معاشرتی ماحول سے مطابقت پیدا کرنا سکھائی جاتی ہے۔
10- تنگ نظری کی جگہ روشن خیالی پیدا کر کے دوستی، محبت اور امن کی صفات پیدا کی جاتی ہیں۔
11- معاشرے میں زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کے لیے صحت مند مقابلے کا رُجحان پیدا کیا جاتا ہے۔

تعلیم سے متعلقہ ادارے (Institutes Relating to Education)

مُلکی سطح پر وزارتِ تعلیم افراد، معاشرہ کے لیے سہولیات فراہم کرتی ہے، لیکن گھر، سکول اور معاشرے کے علاوہ بہت سارے ادارے تعلیمی عمل میں معاونت کرتے ہیں۔ ان اداروں میں سے معروف اداروں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ پہلے وفاقی وزارت تعلیم کے تحت شعبہ نصاب سازی کام کر رہا تھا۔ جس کے تحت پہلی سے بارہویں جماعت تک قومی نصاب مرتب ہوتا تھا۔ 18 ویں آئینی ترمیم کے بعد نصاب سازی کا اختیار صوبوں کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ اب یہ صوبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلی جماعت سے بارہویں جماعت تک کی نصاب سازی کا کام سرانجام دیں۔

درسی کُتب کی طباعت اور معیاری کُتب کی فراہمی صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈز کی ذمہ داری ہے۔ ٹیکسٹ بک بورڈز میں ماہرینِ تعلیم اور ماہرینِ مضمون مل کر نصاب کی روشنی میں درسی کُتب کی تیاری اور فراہمی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن طلبا کو ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجوں کی تعلیم کی تکمیل پر اسناد تقسیم کرتے ہیں۔ امتحان میں یکساں معیار کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ طلبا ان اسناد کی بنیاد پر ملازمت یا اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

مہنگی اور بیرون ملک چھپی ہوئی کتابوں کو سستے داموں طلبا کو فراہم کرنے کے لیے نیشنل بک فاؤنڈیشن اپنی خدمات انجام دیتی ہے۔ یہ ادارہ انجینئرنگ، طب، اکاؤنٹس، مینجمنٹ، کمپیوٹر، قانون اور دیگر شعبوں سے متعلقہ کتب چھاپ کر سستے داموں فراہم کرتا ہے۔

اساتذہ کی تدریس کو مؤثر بنانے کے لیے سمعی و بصری معاونات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ وفاقی ادارہ ''برائے آلات تعلیم'' اساتذہ کے لیے سستے اور قابلِ عمل آلات و معاونات تیار کرتا ہے جو انھیں ان کے سکولوں میں سرکاری طور پر فراہم کیے جاتے ہیں۔

وقت کے ساتھ تعلیم بھی مہنگی ہوتی چلی جارہی ہے۔ بعض اوقات لائق اور محنتی طلبا بھی مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم کو خیرباد کہہ جاتے ہیں ایسے طلبا کی مدد کے لیے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن وظائف کا اجرا کرتی ہے تاکہ طلبا بآسانی اپنی تعلیم مکمل کر سکیں۔

اُستاد نظامِ تعلیم کا ایک بہت اہم رکن ہے۔ اساتذہ کی تربیت دو سطحوں پر کی جاتی ہے۔ ملازمت سے قبل تربیت پہلی سطح کی تربیت کہلاتی ہے۔ جبکہ جدید علم سے شناسائی کے لیے وقتاً فوقتاً دورانِ ملازمت تربیت کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کے ادارے اور نجی تنظیمیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔

تعلیم میں تحقیق کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اعلیٰ سطح پر تحقیق کی سہولیات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) سے مدد لی جا سکتی ہے جبکہ کچھ نجی ادارے اور عالمی تنظیمیں ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم سے متعلقہ مسائل کی

تحقیق کے لیے مالی اور فنی معاونت فراہم کرتی ہیں۔

معاشرے کی تشکیل میں تعلیم کا کردار (Role of Education in formation of Society)

تعلیم تین بنیادی کام انجام دیتی ہے جو یہ ہیں۔

1- علم و مہارتوں کی نئی نسل کو منتقلی
2- ثقافت کی حفاظت اور اس کی نئی نسل کو منتقلی
3- معاشرتی زندگی کی تشکیل

علم میں اضافے کے ساتھ نئی نئی ایجادات نے ہماری زندگی کو آسان بنا دیا ہے۔ ذرائع رسل و رسائل بہتر ہو گئے ہیں۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ چیزوں کا معیار پہلے سے بہتر ہو گیا ہے، لیکن زندگی میں مقابلے کا رجحان پہلے سے بڑھ گیا ہے مثلاً دیہاتی زندگی میں مشینی کاشت، بہتر بیج، کیڑے مار ادویات کے استعمال سے فصلوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ بہت سارے دستی کام مشینوں سے کیے جاتے ہیں۔ سڑکوں کا جال پھیلا دیا گیا ہے اور فصلوں کی بہتر قیمت وصول ہونے لگی ہے۔ پانی کے ضیاع کو روکنے کے لیے پختہ کھالے تعمیر کیے گئے ہیں۔ اجناس اور پھلوں کی بیرون ملک تجارت کی حکومت حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ کاغذ، کپڑا، کیمیکل، آلات، مشین بنانے کے لیے بیرون ملک سے جدید ٹیکنالوجی حاصل کی گئی ہے۔ لوگوں کو باخبر رکھنے کے لیے اخبار، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ بینکنگ، ہوٹلنگ اور گھر سازی کی صنعت میں جدید رُجحانات کو متعارف کروایا گیا ہے۔ ان تمام اقدامات نے معاشرتی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ جس کی چند باتیں ذیل میں دی جارہی ہیں۔

1- تعلیم ایک سلسلہ جاریہ بن گیا ہے۔
2- نئے شعبہ جاتِ علم متعارف کروائے گئے ہیں۔
3- پُرانی ٹیکنالوجی کی جگہ نئی ٹیکنالوجی نے لے لی ہے۔
4- نئے شعبوں میں رقم لگانے کا رُجحان بڑھا ہے۔
5- تعلیم میں معیار لانے اور قابل فروخت مہارتوں کو سکھانے پر زور دیا جا رہا ہے۔
6- سکول کا نصاب وقتی ضرورتوں کے تحت تبدیل کیا گیا ہے۔
7- خواتین کو ملازمتوں اور تعلیم میں یکساں حصہ ملنے لگا ہے۔
8- رہائشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے گھر سازی ایک صنعت کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔
9- شہروں کی طرف نقل مکانی روکنے کے لیے مقامی طور پر سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔

ان تمام اُمور نے معاشرتی زندگی کو ایک نیا رخ دیا ہے اور اس رخ سے تعلیم کی مطابقت ضروری ہے۔

اب مشترکہ مقاصد میں بھی تبدیلی آ گئی ہے۔ چھوٹا گھرانا، بہتر تعلیم و تربیت، بہتر خوراک، بہتر رہائش اور وسائل کے منصفانہ اور متوازن استعمال کو اہمیت دی جارہی ہے۔ آج معاشرے میں فرد کی ذمہ داریاں صرف اپنے ملک یا علاقے تک محدود نہیں ہیں، بلکہ عالمی سطح پر اس کی صلاحیتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی بھی کوشش کی جاتی ہیں۔ ان اُمور کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم کی ترجیحات بھی نئے سرے سے مرتب کی گئی ہیں۔

گھر، سکول، کمیونٹی اور معاشرے کے تعلقات میں فروغ کے لیے اقدامات

(Steps for promotion of the relationship among Home, School and Society)

-1 بچوں کی تعلیم میں بہتری کے لیے پڑھے لکھے لوگوں کی مدد سے مقامی طور پر مہیا وسائل کی نشاندہی کی جائے۔
-2 ان وسائل کو استعمال کرنے کے لیے محنتی حضرات اور ریٹائرڈ پڑھے لکھے لوگوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔
-3 تعلیم کے مسائل کی نشاندہی کی جائے۔
-4 مسائل کے حل کے لیے تجاویز تیار کی جائیں۔
-5 گھر، کمیونٹی اور معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نصابی اور معاون نصابی سرگرمیوں کو بنیاد بنایا جائے۔
-6 مقامی صنعت، زراعت اور تجارت سے تعلیم کا ربط پیدا کیا جائے۔
-7 معاشرے کے چیدہ چیدہ لوگوں کو سکول کے مسائل کو سمجھنے اور انھیں حل کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً سکول میں بلایا جائے۔
-8 تعلیم کو نفع بخش بنانے کے لیے فارغ وقت کی ایسی سرگرمیاں تجویز کی جائیں جو سستی، قابل عمل اور نفع کا باعث بنیں۔
-9 قدرتی اور مہیا وسائل کے بے دریغ استعمال کی بجائے ان کے حسب ضرورت استعمال کے لیے لوگوں کو شناسائی فراہم کی جائے۔
-10 ان اُمور میں تعلیم دی جائے جو گھر، سکول، کمیونٹی کی ضروریات اور انسان کی معاشی حالت کو بہتر بنا دے۔
-11 وقتاً فوقتاً گھر، سکول اور کمیونٹی کی ضرورتوں کا جائزہ لیا جاتا رہے اور اس کے مطابق نصاب میں تبدیلی کی جائے۔

مشقی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلاً جوابات تحریر کریں:

-1 تعلیم معاشرے کی تشکیل میں کیا کردار ادا کرتی ہے؟
-2 سکول اور کمیونٹی کے تعلقات میں بہتری لانے کے لیے کیا اقدامات کیے جانے چاہییں؟
-3 تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح اور تشکیل کے لیے سکول کا کردار بیان کریں؟
-4 تعلیم سے متعلق ادارے کون کون سے ہیں؟ اس کے درجہ بدرجہ کردار واضح کریں۔
-5 مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریف کریں۔

-i تعلیم -ii معاشرہ -iii کمیونٹی

-6 مندرجہ ذیل جملوں میں دی گئی خالی جگہ کو پُر کریں۔

-i معاشرہ نئی نسل کی..................کی ذمہ داری تعلیم کے ذریعے پوری کرتا ہے۔
-ii اصطلاحاً معاشرہ یکساں خیالات رکھنے والے اس گروہ کا نام ہے جو مشترکہ..........کے لیے مل جل کر رہتے ہیں۔
-iii علامہ اقبالؒ نے استاد کو روحِ انسان کا..................قرار دیا ہے۔
-iv کتاب کی چھپائی اور معیاری مواد کی فراہمی..................کی ذمہ داری ہے۔
-v نصاب سازی کا عمل..........میں ہوتا ہے۔

7- دُرست جواب کی نشاندہی کریں۔

i- معاشرے میں تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کس کی ہے۔ (گھر۔سکول۔معاشرہ)

ii- طلبا کو مہنگی اور بیرونی کتب کوسستے ایڈیشن کی شکل میں فراہم کرتا ہے۔ (نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ادارہ تعلیم وتحقیق۔ادارہ جات نصاب)

iii- تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ (روزگار کی فراہمی۔معاشرتی زندگی کی تشکیل۔صنعتی ترقی)

iv- بچے کی ابتدائی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ (معاشرہ،سکول۔گھر)

8- تین ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

i- بچے کی ابتدائی تربیت ہوتی ہے:

(ا) گھر (ب) سکول (ج) کمیونٹی (د) معاشرہ

ii- گھر اور سکول بچے کی تربیت کرتے ہیں:

(ا) ذہنی (ب) اخلاقی (ج) جسمانی (د) تینوں طرح کی

iii- گھر بچے کی تربیت کرتا ہے:

(ا) رسمی انداز میں (ب) غیر رسمی انداز میں (ج) نیم رسمی انداز (د) کسی قسم کی تربیت نہیں کرتا

iv- تعلیم کون سا بنیادی کام انجام دیتی ہے۔

(ا) علم کی منتقلی (ب) ثقافت کی حفاظت ومنتقلی (ج) مہارتوں کی منتقلی (د) ا،ب،ج تینوں

v- کمیونٹی معاشرے کی اکائی ہوتی ہے۔جہاں:

(ا) لوگ مل جل کر کام کرتے ہیں۔ (ب) بہتر تعلیم دی جاتی ہے۔

(ج) مالی حالت بہتر بنانے کے لیے تربیت دی جاتی ہے۔ (د) لوگ خاندان کی طرح رہتے ہیں۔

vi- سکول کن امور میں معاشرے کی مدد کرتا ہے۔

(ا) معاشرتی زندگی کی تیاری کے لیے۔ (ب) سکول اور معاشرتی زندگی کے فرق کو ختم کرنے میں

(ج) ثقافت کی منتقلی اور حفاظت کرنے میں (د) روزگار کے حصول میں

9- ذیل میں دیئے گئے کالم (ا) کے اجزا کالم (ب) کے اجزا کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ درست جواب حاصل ہو جائے۔

کالم (ا)	کالم (ب)
معاشرہ کا انگریزی مترادف	Community
کمیونٹی	غیر رسمی تربیت
گھر	Society
سکول	معاشرے کی ایک چھوٹی اکائی
	بدلتے ماحول سے مطابقت

باب 6 پاکستان میں تعلیم
(Education in Pakistan)

پاکستان اسلامی نظریۂ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا۔ پاکستان کے حصول کا مقصد ہی یہ تھا کہ یہاں زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی نظریۂ حیات کو نافذ کر دیا جائے اسی لیے پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک بننے والی تمام تعلیمی پالیسیوں میں اسلامی نظریۂ حیات کو مقاصد تعلیم کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

پاکستان میں پہلی تعلیمی کانفرنس 1947ء میں منعقد ہوئی۔ اس میں بانی پاکستان قائداعظمؒ نے ذاتی طور پر بہت دلچسپی لی۔ خود تو اس میں شریک نہ ہو سکے لیکن آپؒ نے کانفرنس کے نام اپنے پیغام میں فرمایا کہ ایک صدی کی غیر ملکی حکومت میں ہمارے لوگوں کی تعلیم کی طرف مناسب توجہ نہیں دی گئی۔ حقیقی، تیز رفتار اور قابل قدر ترقی کے لیے ہمیں اپنی تعلیمی حکمت عملی اور پروگرام اپنی تاریخ اور ثقافت کے مطابق طے کرنا ہوگا۔ آپؒ نے مزید فرمایا کہ ہمیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمیں دُنیا سے مقابلہ کرنا ہے جو تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

اسی کانفرنس میں پاکستان کے پہلے وزیر تعلیم جناب فضل الرحمٰن نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ وہ تعلیم میں روحانی عنصر کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اگر اس عنصر کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس کے خطرناک اور تباہ کن نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جدید تعلیم کا المیہ دو عظیم جنگوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ان جنگوں اور وسیع سائنسی ایجادات نے ہمیں یہ سبق دیا کہ اگر سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی اخلاق اور روحانیت کی ترقی کو فراموش کر دیا جائے تو نسلِ انسانی کی تباہی یقینی ہے۔

انسان کے ذہن سے وحشیانہ پن کو دُور کرنا اور اسے اعلیٰ انسانی مقاصد کی طرف موڑنا تعلیم کا اصل مقصد ہے اور نوعِ انسانی اسی صورت میں امن سے رہ سکتی ہے۔

پاکستان میں مقاصدِ تعلیم (Aims of Education in Pakistan)

پاکستان کی تمام تعلیمی پالیسیوں میں بانی پاکستان قائداعظمؒ کے فرمان کو ملحوظ رکھا گیا اور اسلامی نظریۂ حیات کو مقاصدِ تعلیم کی بنیاد بنایا گیا۔ پاکستان میں بننے والی بیشتر تعلیمی پالیسیوں کے عمومی مقاصدِ تعلیم کا خلاصہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

i- پاکستان کی تمام تعلیمی پالیسیوں میں اس امر کی واضح نشان دہی کی گئی ہے کہ طلبہ اسلامی نظریۂ حیات کے زریں اصولوں کے مطابق ایک ذمہ دار تعلیم یافتہ شہری کی حیثیت سے مثالی افکار و کردار کے مظہر بن سکیں۔

ii- فرد اور معاشرے کی نشوونما اور جمہوریت کو فروغ دینا۔

iii- قومی اتحاد اور یک جہتی کو فروغ دینا۔

iv- شرح خواندگی میں اضافہ کرنا اور خواتین کی تعلیم پر توجہ دینا۔

v- نصاب اور درسی کتب کو از سر نو مرتب کرنا۔

vi- نظریہ پاکستان کا تحفظ کرنا، اسے انفرادی اور قومی زندگی کا لائحہ عمل بنانا۔
vii- صنعتی ترقی اور پاکستان کے قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لیے تربیت یافتہ افرادی قوت تیار کرنا۔

نئی قومی تعلیم پالیسی 2009 کے مطابق تعلیم کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں۔

i- انفرادی اور اجتماعی، سماجی ضرورتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے موجودہ تعلیمی نظام کو بہتر بنانا۔
ii- پاکستانی عوام کی فلاح و بہبود کو مدِنظر رکھتے ہوئے اتفاق واتحاد کا احساس پیدا کرنا۔
iii- پاکستان کے باشندوں میں قومی اتحاد کو اُجاگر کرنا اور دوسروں کے عقیدے، مذہب اور سماجی احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا۔
iv- تعلیم کے ذریعے سماجی اور ثقافتی اقدار کو فروغ دینا۔
v- پاکستان کے تمام باشندوں کو مساوی تعلیمی سہولیات مہیا کرنا۔
vi- تعلیمی خدمات اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے حکومتی خدمات میں بہتری لانا۔
vii- مضبوط تعلیمی پالیسی کے ذریعہ مختلف تعلیمی اداروں اور تعلیمی نظام کو ترقی دینا۔
viii- پاکستان کو اس قابل بنانا کہ وہ مُلکی اور غیر مُلکی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اکیسویں صدی کے پاکستان کو تعلیم سب کے لیے (Education for All) کے مقاصدِ تعلیم کے حصول کے قابل بنانا۔
ix- تعلیمی کوالٹی کو بہتر بنانا تاکہ معاشی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔
x- تعلیم بالغاں کے پروگرام کو ترقی دے کر ناخواندگی کو کم سے کم وقت میں دُور کرنا۔
xi- اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تحقیق کو اس طرح فروغ دینا کہ وہ مُلک کی معاشی ترقی میں معاون ثابت ہوں۔

تعلیم کی اقسام (Types of Education)

تعلیم کی ترقی کی وجہ سے علوم وفنون کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا جارہا ہے۔ اس حوالے سے پاکستان میں تعلیم کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو درج ذیل ہیں:

1- پیشہ ورانہ تعلیم 2- عام تعلیم

1- پیشہ ورانہ تعلیم (Professional Education)

پیشہ ورانہ تعلیم سے ایسی تعلیم مراد لی جاتی ہے۔ جس کے حصول کے بعد لوگ مختلف پیشے اختیار کرکے اپنی روزی کمانے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ پیشہ ورانہ تعلیم پر تمام تعلیمی پالیسیوں میں خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اس حوالے سے چند اہم شعبوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ جن میں انجینئرنگ، زراعت، تجارت، طب، قانون، بزنس اور کامرس، ہوم اکنامکس، تربیت اساتذہ، کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی بہت اہم ہیں۔

انجینئرنگ کی تعلیم (Engineering Education)

ملکی صنعتی ترقی کے لیے انجینئرنگ کی تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان میں انجینئرنگ کی تعلیم کے اداروں میں داخلہ کے لیے کم از کم قابلیت ایف ایس سی ہے۔ ڈگری کے حصول کے لیے کم از کم تعلیمی عرصہ چار سال ہے۔ پولی ٹیکنک ادارے، انجینئرنگ

کالجز اور انجینئرنگ یونیورسٹیاں، سول، مکینیکل، الیکٹریکل اور کان کنی و دیگر شعبوں میں تعلیم دے رہی ہیں۔

زراعت کی تعلیم (Agricultre Education)

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ ملک کی بیشتر آبادی دیہات میں آباد ہے۔ جن کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ فصلوں کی کاشت اور کھیتی باڑی کے بہت پرانے طریقے استعمال کیے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے زمینوں سے بہت کم پیداوار حاصل ہوتی تھی۔ حکومت نے زراعت کی ترقی کے لیے مختلف سطح کے ادارے اور یونیورسٹیاں قائم کردی ہیں۔

میڈیکل کی تعلیم (Medical Education)

انسانی صحت کو قائم رکھنے کے لیے میڈیکل کی تعلیم بہت ضروری ہے۔ انسانی جان اور صحت کو ہر معاشرہ میں بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ ہر انسان کو اپنی زندگی میں علاج کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پاکستان میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے اعلیٰ سطح کے میڈیکل کالج اور یونیورسٹیاں قائم کیے ہیں جہاں ایف ایس سی کے بعد طلبہ کو انٹری ٹیسٹ کے ذریعہ داخلہ ملتا ہے۔ نرسنگ اور ہسپتالوں میں کام کرنے والے دوسرے عملے کی تربیت کے لیے بھی ادارے قائم کیے جا چکے ہیں۔

قانون کی تعلیم (Law Education)

دنیا کے تمام ملک امن وامان قائم رکھنے اور اپنے شہریوں کے درمیان عدل وانصاف کے لیے قوانین بناتے ہیں۔ اس کے لیے قانون کی تعلیم لازمی ہوتی ہے۔ پاکستان میں جج اور وکیل بننے کے لیے ایل۔ ایل۔ بی ہونا ضروری ہے۔ قانون کی تعلیم کے اداروں میں گریجوایٹ طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

بزنس اور کامرس کی تعلیم (Business and Commerce Education)

بینکنگ، دفتری اُمور، تشہیر، تجارتی انتظامات اور ٹیکسٹائل کے شعبوں میں بی۔ کام، ایم۔ کام اور ایم۔ بی۔ اے وغیرہ کی ڈگریاں رکھنے والے امیدواروں کی بہت زیادہ مانگ ہے۔ اس کے لیے پرائیویٹ اور حکومت کے قائم کردہ ادارے اور کمرشل کالج ہر شہر میں کام کر رہے ہیں۔

ہوم اکنامکس کی تعلیم (Home Economics Education)

ملکی ترقی میں مردوں کی طرح خواتین بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ معاشرے اور ثقافت کی ترقی اور ثقافت کی تشکیل نو خواتین کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ ہوم اکنامکس کی تعلیم کی بدولت خاتون خانہ گھریلو بجٹ بنا کر گھر کو بہتر انداز میں چلاسکتی ہے۔ تعلیم یافتہ خاتون خانہ گھریلو کام کاج اور اپنے بچوں کی نشوونما بہت اچھے طریقے سے انجام دے سکتی ہے۔ خواتین کی تربیت کے لیے خواتین کے اداروں میں اُمور خانہ داری اور ہوم اکنامکس کے مضامین سکول سے یونیورسٹی کی سطح تک متعارف کروائے جا چکے ہیں۔ اس کے لیے علیحدہ کالج بھی موجود ہیں۔

تربیت اساتذہ (Teacher Training)

ہر ملک کے نظام تعلیم میں اساتذہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ نظام تعلیم کو سنوارنے اور اسے عروج پر پہنچانے کا ذمہ دار

اُستاد ہوتا ہے۔ معاشرے کے معاشرتی اور معاشی استحکام کی ذمہ داری بھی اُستاد پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کو معیاری تعلیم دی جائے تو ہمیں اساتذہ کی تعلیم اور تربیت کو معیاری بنانا ہوگا، مختلف سطح کے مختلف تربیتی ادارے اور یونیورسٹیاں مستقبل کے اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کر رہی ہیں۔ عام طور پر ایف۔اے، ایف۔ایس۔سی یا گریجوایشن کے بعد ان اداروں میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔ کھیلوں اور جسمانی تعلیم کے فروغ کے علیحدہ ادارے قائم کیے گئے ہیں۔

کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی تعلیم

(Computer & Information Technology Education)

رسل و رسائل اور ذرائع ابلاغ اس حد تک ترقی کر چکے ہیں کہ دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے۔ کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی اس میدان میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کی بدولت زندگی کے ہر شعبے میں بہت تیزی سے تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی نئے علوم ہیں۔ ان کی بہت مانگ ہے۔ کمپیوٹر جاننے والے بہت اچھی روزی کما رہے ہیں۔ حکومت اور پرائیویٹ ادارے ہر جگہ کمپیوٹر کی تعلیم کا بندوبست کر رہے ہیں۔

2- عام تعلیم (General Education)

عام تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہے جس کا اہتمام سکولوں، کالجوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں کیا جاتا ہے لیکن ایسی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص کسی شعبے کا ماہر نہیں بنتا۔ سائنس اور پیشہ ورانہ تعلیم کے علاوہ ہر سطح کی تعلیم کو عام تعلیم میں شمار کیا جاتا ہے عام لوگوں کو خواندہ بنانے کے لیے جس سطح کی تعلیم ضروری خیال کی جاتی ہے۔ ایسی تعلیم کو عام تعلیم میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ اس سطح کی تعلیم ملک کے تمام شہریوں کے لیے لازمی سمجھی جاتی ہے۔ امریکہ میں ثانوی سطح یعنی بارھویں درجے تک کی تعلیم شہریوں کے لیے لازمی ہے۔ پاکستان میں یہ سطح ابتدائی تعلیم ہے۔ لیکن پاکستان کے تمام بچے سکول میں داخل نہیں ہوتے اور جو داخل ہوتے ہیں ان میں سے بھی پچاس فی صد بچے ابتدائی تعلیم پوری ہونے سے پہلے سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ ابتدائی تعلیم سے مراد آٹھویں درجہ تک کی تعلیم ہے۔ پاکستان کے قیام کے وقت سے ہی تعلیم کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا گیا۔ 1947ء کی پہلی تعلیمی کانفرنس میں اس کا ایک رخ متعین کر دیا گیا۔ بعد میں بننے والی تعلیمی پالیسیوں میں اس کو اہمیت دی گئی۔ اس وقت کے وزیر تعلیم جناب فضل الرحمٰن نے تعلیمی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عام تعلیم سے مراد یہ ہے کہ قریہ قریہ، گاؤں گاؤں سکول اور مدارس قائم کیے جائیں، تاکہ پاکستان کے ہر شہری کو تعلیمی سہولت میسر آ سکے اور ملک سے ناخواندگی کو دُور کیا جا سکے۔ کیونکہ ناخواندگی ملک کی سلامتی اور فلاح و بہبود کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ تعلیم سب کے لیے ہونی چاہیے۔ اس وقت یہ بھی طے کیا گیا کہ ناخواندگی دُور کرنے کے لیے تعلیم بالغاں کے مراکز قائم کیے جائیں۔ ذرائع ابلاغ سے بھی اس سلسلے میں مدد حاصل کی جائے۔

مختلف تعلیمی پالیسیوں میں شرح خواندگی بڑھانے کے لیے مختلف تجاویز پر عمل ہوتا رہا ہے۔ تعلیم بالغاں کے پروگراموں کو اس سلسلے میں خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ تعلیم بالغاں اور عام تعلیم کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بھی کوشاں رہی ہے اور اب بھی اس کی یہ کوشش جاری ہے۔

1998-2010 کی تعلیمی پالیسی میں بھی رسمی تعلیمی اداروں کے علاوہ غیر رسمی اداروں، ریڈیو اور ٹیلیویژن کو عام تعلیم کے فروغ

کے لیے استعمال کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ حکومت کی کوششوں کے نتیجے میں شرح خواندگی 60 فیصد (بمطابق حکومتی اعدادوشمار 16-2015) کے قریب ہوچکی ہے۔ بعض تعلیمی پالیسیوں میں شرح خواندگی بڑھانے کے لیے ایجوکیشن کور قائم کرنے کی سفارشات بھی کی گئیں ہیں۔

سائنس اور پیشہ ورانہ تعلیم کے علاوہ سکولوں، کالجوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں جو تعلیم دی جارہی ہے۔ وہ بھی عام تعلیم میں شمار کی جاتی ہے۔ اس میں میٹرک، ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے تک کی تعلیم کو شمار کیا جاسکتا ہے۔

مذہبی تعلیم (Religious Education)

عام تعلیم کے لیے سرکاری اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے متوازی مذہبی تعلیم کے مدارس کا ایک وسیع نظام موجود ہے۔ مدارس کے نظام کا مقصد اسلامی علوم کی اشاعت اور عربی زبان کا فروغ ہے۔ یہ مدارس عام طور پر مسجدوں سے ملحق ہیں۔ ان مدارس میں ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ مدارج تک مفت تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ ہم نصابی سرگرمیوں، پیشہ ورانہ علوم اور کمپیوٹر کی تعلیم کو ان کے نصاب میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ پرائیویٹ تعلیمی ادارے اور مدارس مذہبی اور عام تعلیم کی اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ موجودہ تعلیمی پالیسی کے مطابق حکومت کی کوشش ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ سائنسی علوم بھی پڑھائے جائیں بعض دینی مدارس میں انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی نصاب میں شامل ہے۔

تعلیم کے مدارج (Stages of Education)

تعلیم کے مدارج سے مراد تعلیم کے ایسے دورانیے ہیں۔ جن کے مطابق طلبہ مختلف سطحوں پر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پاکستان میں تعلیم کے درج ذیل تین مدارج ہیں:

1- ابتدائی تعلیم　2- ثانوی تعلیم　3- اعلیٰ تعلیم

1- ابتدائی تعلیم (Elementary Education)

پہلی سے آٹھویں جماعت تک کی تعلیم ایلیمنٹری یا ابتدائی تعلیم کہلاتی ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے سکول میں داخلے کے بعد آٹھ سال درکار ہوتے ہیں۔ پاکستان کے بہت زیادہ سکول ابھی تک پانچویں جماعت تک ہیں۔ جن کو پرائمری سکول کہا جاسکتا ہے۔ تعلیمی پالیسی کے مطابق پانچ سال والے سکولوں کو آٹھ سال کی تعلیم والے ابتدائی سکولوں میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ عمومی تعلیم اور شرح خواندگی میں اضافے کے لیے پہلی سے تیسری جماعت تک کے طلبہ کے لیے بعض جگہوں پر مسجد سکول کام کررہے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کسی بھی ملک کے نظام تعلیم کی بنیاد ہوتی ہے اور اس کو شرح خواندگی میں اضافے کے لیے بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ ملکی استحکام، قومی اتحاد اور سماجی بہبود کے لیے ابتدائی تعلیم انتہائی اہم ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہر ملک اپنے طلبہ کی ابتدائی تعلیم پر کثیر سرمایہ خرچ کرتا ہے۔ ابتدائی تعلیم تعلیمی سیڑھی کا پہلا زینہ ہے۔ اس درجے میں طلبہ کی تعداد دوسرے تمام درجوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ طلبہ اسی درجے میں تعلیمی عادات اور رویے سیکھتے ہیں۔ اس درجے کے طلبہ اپنے اساتذہ کو انسانی کردار کا بہترین نمونہ سمجھتے ہیں اور اس کے کردار کی نقل کرتے ہیں۔ اس لیے ابتدائی تعلیم کے اساتذہ کا کردار بہت بلند ہونا چاہیے۔

2- ثانوی تعلیم (Secondary Education)

ثانوی تعلیم کا مرحلہ چار سال کا ہے جو نویں سے بارھویں جماعت تک ہے۔ بعض ہائی سکولوں میں گیارھویں اور بارھویں جماعت شامل کر کے نویں سے بارھویں جماعت تک کے حصے کو الگ کر دیا گیا ہے اور پہلی سے آٹھویں جماعت تک ابتدائی تعلیم کا حصہ الگ کر دیا گیا ہے۔ اس سکیم کے تحت چلنے والے سکولوں کو ہائیر سیکنڈری سکول کا نام دیا گیا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے مقابلے میں ثانوی درجے کے مضامین کے زیادہ گروپ بنا دیے جاتے ہیں تاکہ طلبہ پیشہ ورانہ یا اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں روزگار کے حصول کے لیے داخلہ لے سکیں۔ اس وقت گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے طلبہ ہائیر سیکنڈری سکولوں یا کالجوں میں بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

ثانوی تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ثانوی تعلیم، ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان ایک پُل کا کام دیتی ہے۔ ثانوی کے بعد طلبہ پیشہ ورانہ یا اعلیٰ تعلیم کے دوسرے اداروں میں داخلہ کے اہل ہوتے ہیں۔ ثانوی تعلیم اعلیٰ اور پیشہ ورانہ تعلیم کی بنیاد ہے۔ مزید تعلیم جاری نہ رکھنے والے طلبہ کے لیے یہ بذاتِ خود ایک منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ عموماً ثانوی تعلیم کے مراحل میں طلبہ کی نظریاتی اور پیشہ ورانہ زندگی کا رُخ متعین ہو جاتا ہے۔

3- اعلیٰ تعلیم (Higher Education)

ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد طلبہ اعلیٰ تعلیم یا پیشہ ورانہ تعلیم کے اداروں میں داخلہ لیتے ہیں۔ عام کالجوں میں گریجوایشن کی تعلیم دو سال میں مکمل ہو جاتی ہے۔ پوسٹ گریجوایشن کے لیے مزید دو سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ یونیورسٹیوں کے بہت سے شعبوں میں ڈاکٹریٹ کے مرحلے تک تعلیم کی سہولتیں موجود ہیں۔

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے لوگ کسی ملک کی ترقی اور خوشحالی کی بنیاد بنتے ہیں اور اپنے ملک کی سائنسی اور معاشی ترقی کی رفتار تیز کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے والے لوگ ہی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی اور قیادت کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کو تحقیق کے لیے تجربہ گاہیں، لائبریریاں اور دوسری سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ قومی اتحاد، معاشی اور ثقافتی ترقی کے لیے اعلیٰ تعلیم بنیادی کردار ادا کر سکتی ہے۔

مشقی سوالات

-1 درج ذیل کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-i بانیٔ پاکستان قائدِ اعظمؒ نے پاکستان کی پہلی تعلیمی کانفرنس کے نام کیا پیغام دیا؟

-ii پاکستان کے پہلے وزیرِ تعلیم نے پاکستان کی پہلی تعلیمی کانفرنس میں اپنے خطبے میں کیا فرمایا؟

-iii پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں کے پانچ اہم مقاصد بیان کریں۔

-iv پاکستان میں زراعت کی تعلیم پر نوٹ لکھیے۔

-v طب کی تعلیم پر پانچ سطروں میں جواب لکھیے۔

-vi کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اہمیت لکھیے۔

-vii دینی مدارس کی تعلیم پر نوٹ لکھیے۔

viii- پیشہ ورانہ اور عام تعلیم کا فرق واضح کریں۔
ix- پاکستان کے تعلیمی مقاصد تعلیمی پالیسیوں کے حوالہ سے بیان کریں۔
x- پیشہ ورانہ تعلیم کے چار شعبوں کی تفصیل لکھیے۔
xi- تعلیم کے مدارج تفصیل سے لکھیے۔
xii- ملکی ترقی کے لیے تعلیم کے کونسے شعبے زیادہ اہم ہیں اور کیوں؟
xiii- عام تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم کا موازنہ کیجیے۔

2- درج ذیل بیانات صحیح ہونے کی صورت میں ''ص'' کے گرد اور غلط ہونے کی صورت میں ''غ'' کے گرد دائرہ لگائیے۔

i- پاکستان کی پہلی تعلیمی کانفرنس 1948ء میں منعقد ہوئی۔ ص/غ
ii- پاکستان کی بیشتر تعلیمی پالیسیوں میں اسلامی نظریۂ حیات کو مقاصدِ تعلیم کی بنیاد بنایا گیا۔ ص/غ
iii- انجینئرنگ کی تعلیم کے اداروں میں داخلہ کے لیے تعلیمی قابلیت میٹرک ہے۔ ص/غ
iv- ایل ایل بی میں داخلہ کے لیے تعلیمی قابلیت ایف ایس سی ہے۔ ص/غ
v- تربیت اساتذہ کے اداروں میں داخلہ کے لیے صرف گریجوایشن ہونا ضروری ہے۔ ص/غ
vi- کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی جدید علوم ہیں۔ ص/غ
vii- پاکستان میں ابتدائی تعلیم پوری ہونے سے پہلے پچاس 50 فی صد بچے سکول چھوڑ دیتے ہیں۔ ص/غ
viii- پاکستان میں خواندہ لوگوں کی تعداد 60 فی صد ہے۔ ص/غ
ix- ثانوی تعلیم کی تکمیل پانچ سال میں ہوتی ہے۔ ص/غ
x- پاکستان میں تعلیم کے تین مدارج ہیں۔ ص/غ

3- درج ذیل میں خالی جگہ مناسب الفاظ سے پُر کریں۔

i- پاکستان کے پہلے وزیرِ تعلیم جناب فضل الرحمٰن نے فرمایا کہ تعلیم کا اصل مقصد انسانی ذہن سے.................. کو دُور کرنا ہے۔
ii- ایف۔اے، ایف۔ایس۔سی کے بعد بی۔اے، بی۔ایس۔سی کی تعلیم.................. سال میں مکمل ہوتی ہے۔
iii- ثانوی تعلیم.................. سال میں مکمل ہوتی ہے۔
iv- پاکستان میں تعلیم کو دو بڑی قسموں پیشہ ورانہ اور.................. میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
v- پاکستان بنیادی طور پر ایک.................. ملک ہے۔
vi- میڈیکل کالج میں داخلہ کے لیے ایف۔ایس۔سی کے بعد.................. ٹیسٹ ضروری ہے۔
vii- خواتین کی تربیت کے لیے.................. کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔
viii- معیاری تعلیم کے لیے اساتذہ کی.................. و تربیت کو معیاری بنانا ضروری ہے۔
ix- پاکستان میں ابتدائی تعلیم سے مراد.................. درجہ تک کی تعلیم ہے۔
x- پاکستان میں شرح خواندگی.................. فی صد ہو چکی ہے۔

4- ذیل میں ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں جن میں صرف ایک صحیح ہے آپ صحیح جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i- ملک کی صنعتی ترقی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

(ا) سائنس کی تعلیم (ب) انجینئرنگ کی تعلیم (ج) بزنس اور کامرس کی تعلیم (د) مذہبی تعلیم

ii- ابتدائی تعلیم کا دورانیہ

(ا) چھ سال ہے (ب) سات سال ہے (ج) آٹھ سال ہے (د) نو سال ہے

iii- ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ مدارج تک مفت تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔

(ا) حکومتی اداروں میں (ب) پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں

(ج) دینی مدارس میں (د) صنعتی تعلیم کے اداروں میں

iv- ثانوی تعلیم کا دورانیہ

(ا) تین سال ہے (ب) چار سال ہے (ج) پانچ سال ہے (د) چھ سال ہے

v- زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی اور قیادت کا کردار ادا کرتے ہیں۔

(ا) انجینئر (ب) وکیل (ج) ڈاکٹرز (د) اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ

vi- پاکستان میں تعلیم کے مدارج

(ا) دو ہیں (ب) تین ہیں (ج) چار ہیں (د) پانچ ہیں

v- پاکستان میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔

(ا) 1947ء میں (ب) 1948ء میں (ج) 1949ء میں (د) 1950ء میں

5- ذیل میں دیے گئے کالم (ا) کے اجزا کالم (ب) کے اجزا کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ درست جواب حاصل ہو جائے۔

کالم (ا)	کالم (ب)
i- پاکستان کی موجودہ تعلیمی پالیسی	ابتدائی تعلیم کہلاتی ہے۔
ii- دینی مدارس میں ابتدائی مدارس سے اعلیٰ مدارج تک تعلیم	ابتدائی تعلیم، ثانوی تعلیم، اعلیٰ تعلیم
iii- پہلی سے آٹھویں جماعت تک کی تعلیم	چار سال کا ہے۔
iv- پاکستان میں تعلیم کے تین مدارج ہیں۔	ثانوی تعلیم
v- پاکستان میں ثانوی تعلیم کا مرحلہ	مفت فراہم کی جاتی ہے۔
vi- ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان ایک پُل کا کام دیتی ہے۔	2009 ہے۔

باب 7 نصاب
(Curriculum)

عام زندگی میں ہم کام کرنے سے پہلے اس کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، مثلاً کھیلنے سے پہلے آپ کھیل کے میدان کے بارے میں، کھلاڑیوں کے بارے میں کہ کون کون کھیلے گا؟ کھیل کب شروع ہوگا؟ اس کا اختتام کب ہوگا؟ کون سا کھلاڑی کس پوزیشن پر کھیلے گا؟ وغیرہ کے بارے میں منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ اسی طرح علم کو طلبا تک منتقل کرنے کے لیے بھی باقاعدہ منصوبہ بندی کی جاتی ہے کہ کون سی جماعت کے طالب علم کو کیا پڑھایا جائے گا؟ پڑھانے کا دورانیہ کتنا ہوگا؟ پڑھانے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ کون کون سی ذہنی صلاحیتیں اور مہارتیں پیدا کی جائیں گی؟ یہ تمام باتیں نصاب کے زمرے میں آتی ہیں۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ساری آموزش جو مدرسہ کی منصوبہ بندی کے تحت حاصل ہو خواہ وہ انفرادی شکل میں ہو یا گروہی شکل میں، خواہ مدرسہ کے اندر ہو یا مدرسے کے باہر نصاب کا حصہ ہوتی ہے، اگر بچوں کو مدرسے سے باہر تعلیمی سلسلے میں سکول کی انتظامیہ کی نگرانی میں لے جایا جائے تو وہ بھی نصاب کا حصہ کہلائے گا۔ اسی طرح مدرسے میں دورانِ سال مختلف سرگرمیاں کرائی جاتی ہیں، مثلاً کھیل، تقاریر، تعلیمی سیر وغیرہ یہ سب نصاب کا حصہ ہوتی ہیں۔

نصاب میں ہر وہ شے شامل ہے جو مدرسہ، طلبہ اور اساتذہ سرانجام دیتے ہیں۔ نصاب اس بات کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ تدریس کے نتیجے میں طلبہ کو کس درجہ کا تعلم حاصل ہوگا۔ مدرسہ ایک چھوٹا سا معاشرہ ہے جو سماجی اقدار کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرتا ہے۔ نصاب دراصل ایک معاشرتی گروہ کا پروگرام ہے جو مدرسے میں بچوں کے تعلیمی تجربات کی نشاندہی کرتا ہے۔ جس طرح آپ جب تک کھیل کی باقاعدہ منصوبہ بندی نہ کرلیں اس وقت تک آپ جیت نہیں سکتے، اسی طرح اگر علم حاصل کرنے کی باقاعدہ منصوبہ بندی نہ کی جائے تو جن مقاصد کے لیے علم دیا جا رہا ہو وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

مدرسے کے پیشِ نظر دو بنیادی چیزیں ہوتی ہیں۔ طالب علم کی شخصیت کی ہمہ پہلو ترقی اور معاشرے کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل۔ یہ مقاصد صرف کتاب پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتے۔ مدرسے کو درسی کتب کے علاوہ بھی مختلف اقسام کی سرگرمیوں کا اہتمام کرنا پڑتا ہے جو کتابوں سے حاصل کردہ علم کو عملی شکل دے سکیں اور اسے طلبہ کی شخصیت کا جزو بنا دیں۔ نیز طلبہ کے اخلاق و عمل کو صحیح علم کے معیار کے مطابق تشکیل دے سکیں اور اسے طلبہ کی شخصیت کا جزو بنادیں۔

مدرسہ کی سرگرمیاں صرف عمارت مدرسہ کی حدود تک ہی محدود نہیں رہتیں بلکہ کھیل کے میدان، صنعتی منصوبے، قدرتی مناظر اور دیگر معاشرتی تقریبات بھی اس میں شامل ہیں اور یہ سب نصاب کا حصہ ہیں۔ اس لحاظ سے وہ تمام سرگرمیاں جو سکول کی زیرِ نگرانی سکول کے اندر ہوں یا سکول کے باہر، کھیل کے میدان میں ہوں یا کسی دوسرے مقام پر، سب نصاب کا حصہ ہیں۔

ماہرینِ تعلیم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ آئندہ کے لیے طلبہ کو کس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہوگی اور موجودہ نظام میں سے کن کن غیر ضروری باتوں کو خارج کرنا ہوگا اور کن عوامل کو بروئے کار لا کر ایسے تربیت یافتہ افراد پیدا کیے جا سکتے ہیں جو جدید معاشرے کے ہر

شعبہ زندگی کی تعمیر وترقی میں ممد ومعاون ثابت ہوں۔ ان مقاصد کے حصول کا انحصار اسی عمل پر ہے کہ جدید تقاضوں کے مطابق نصاب تیار کیا جائے۔

نظامِ تعلیم کے قیام کے سلسلے میں نصاب کو اساسی حیثیت حاصل ہے اگر نصاب نہ ہو تو تمام تعلیمی عوامل، مثلاً اساتذہ، طلبا، عمارت، فرنیچر اور دیگر تعلیمی ساز وسامان سب بے مقصد اور بے کار ہو جاتے ہیں۔ نصاب ہی کی مدد سے طلبہ اور معاشرے کی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔ تعلیمی مقاصد کی تکمیل نصاب ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔

دُنیا کے مختلف ممالک میں معاشروں کی نوعیت الگ الگ ہے۔ جن کا اپنا فلسفہ حیات ہے۔ ان کی سیاست، مذہب اور ثقافت الگ الگ ہیں۔ یہاں تک کہ رسومات، روایات اور اخلاقی اقدار الگ الگ ہیں۔ ہر معاشرہ اپنی خصوصیات اپنی آئندہ نسلوں کو نہ صرف منتقل کرنا چاہتا ہے بلکہ دیگر ترقی یافتہ معاشروں کے شانہ بشانہ برق رفتاری سے ترقی کی منازل طے کرنے کا خواہشمند بھی ہوتا ہے۔ ان خواہشات کی تکمیل تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ تعلیمی انتظامیات معاشرہ فراہم کرتا ہے اور تعلیمی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے نصاب سازی کی جاتی ہے۔

نصاب کے بغیر تعلیم کا تصور ہی اُدھورا رہ جاتا ہے کیونکہ اگر تعلیمی عمل سے نصاب کو خارج کر دیا جائے تو پورا تعلیمی ڈھانچہ ہی منہدم ہو جاتا ہے۔ نصاب نہ صرف طلبہ میں علوم کا فہم پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے طلبہ کی ذہنی، معاشرتی، جذباتی اور جسمانی ترقی کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

نصاب تعلیمی مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اس لیے نصاب سازی میں ان تمام عوامل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جو اس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں عمرانی اور نفسیاتی عوامل دونوں انتہائی اہم ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر نصاب اچھا ہوگا تو یقیناً اس کے اثرات بچے کی شخصیت پر خوشگوار ہوں گے۔ غیر معیاری نصاب بچے کی مجموعی نشوونما کے لیے مضر بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہماری درج ذیل تعریف ان تمام عوامل وعناصر کا احاطہ کرتی ہے۔

نصاب کی تعریف (Definition of Curriculum)

اب تک کی بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

''نصاب ان تمام سرگرمیوں، تجربات، مہارتوں، رجحانات، علوم اور تحقیقات پر مشتمل ہوتا ہے جو مدرسے کے زیر اہتمام بچوں کی ذہنی، اخلاقی، سماجی، روحانی اور معاشرتی کردار اور سیرت کی تعمیر کرتے ہیں''۔

نصاب کے اجزا (Elements of Curriculum)

نصاب میں وہ تمام سرگرمیاں اور تجربات شامل ہیں جو مطلوبہ مقاصد کے حصول اور طلبہ کی تعمیر وتربیت کے لیے سکول کے زیر اہتمام سکول کے اندر یا باہر کسی بھی جگہ وقوع پذیر ہوں۔ نصاب کی اس وسعت کے حوالے سے ماہرین تعلیم نے نصاب کے درجِ ذیل چار اجزائے ترکیبی بیان کیے ہیں۔

1- مقاصدِ نصاب
2- تدریسی مواد
3- تدریسی حکمتِ عملی
4- جائزہ

1- مقاصدِ نصاب (Objectives of Curriculum)

جس طرح عمارت نقشے کے بغیر نہیں بن سکتی اسی طرح نصاب کی عمارت بھی مقاصد کے واضح تعین کے بغیر تعمیر نہیں ہو سکتی، اگر محنت، ذہانت اور بصیرت سے قابل عمل مقاصد کی تیاری ہو جائے تو نصاب کے باقی مراحل کامیابی سے طے ہو جاتے ہیں۔

تعلیمی مقاصد کا تعین حکومت اپنی قومی پالیسیوں کے ذریعے کرتی ہے۔ جس قسم کا معاشرہ اور اس کی اقدار ہوں گی اس قسم کے مقاصدِ تعلیم ہوں گے اور انہی کے پیش نظر نصاب سازی کی جائے گی، مثلاً ایک صنعتی معاشرے اور زرعی معاشرے کے مقاصد تعلیم میں واضح فرق ہوتا ہے۔ کسی صنعتی معاشرے کی ضروریات کے تحت تیار شدہ نصاب زرعی معاشرہ کے لیے سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح زرعی معاشرہ کا نصاب صنعتی معاشرے کے لیے بے کار ہوگا۔ بعض اوقات حالات بھی تعلیمی مقاصد کو متاثر کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ نصاب سازی کے وقت اس امر کو پیش نظر رکھا جائے۔

مقاصد کو پیش نظر رکھ کر دیگر اجزا یعنی تدریسی مواد، اساتذہ، مدرسہ کی عمارت، کتب کی فراہمی اور تجربہ گاہوں کے سامان کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تدریسی مواد کی حیثیت ایک شاہراہ کی ہے۔ جس پر طالب علم چل کر منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

تعلیمی مقاصد کو مدنظر رکھ کر مضامین یا تجربات کا چناؤ کیا جاتا ہے کہ کس جماعت میں کون سے مضامین پڑھائے جانے چاہئیں یا طلبہ کو کن تجربات سے گزارنا چاہیے۔ پھر مضامین کے علیحدہ علیحدہ مقاصد کا تعین کیا جاتا ہے۔

تعلیم میں اصل شے مقاصد ہوتے ہیں اور تدریس محض مقاصد کے حصول کی ایک کوشش ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ معاشرہ میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ مقاصد میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اور مقاصد کی تبدیلیاں مضامین میں تبدیلیوں کا باعث بنتی ہیں۔

2- تدریسی مواد (Teaching Material)

تعلیمی مقاصد کی روشنی میں مضامین کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ کس جماعت میں کون سے مضامین پڑھائے جائیں گے؟ ان مضامین کا دورانیہ کتنا ہوگا؟ کون سا مضمون کس کلاس کے لیے ضروری ہے؟ یعنی مضامین کو ان کی افادیت، ضرورت اور دلچسپی کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے۔

مضامین کی روشنی میں تدریسی مواد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ تدریسی مواد سے علم، مہارتیں اور رویوں میں کس طرح تبدیلیاں لانا مقصود ہیں۔

تدریسی مواد کے انتخاب کی روشنی میں درسی کتب کی تیاری کی جاتی ہے اور یہ انتخاب مقاصد اور بچوں کے ذہنی معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں علم تیزی سے بڑھ رہا ہے اور معلومات میں شدت سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے پیش نظر ماہرین کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ علوم کے ذخیرہ میں کون سے اجزا نصاب میں شامل کریں اور کن اجزا کو نظر انداز کر دیں۔ ویسے بھی کسی جماعت کے لیے کسی مضمون میں اس مضمون کا تمام مواد شامل نہیں کیا جا سکتا اس لیے ضروری ہے کہ ماہرین نصاب نفس مضمون کی مختلف جماعتوں میں اس طرح تقسیم کریں کہ وہ طلبہ کی ذہنی سطح، عمر اور اہلیت سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ نصاب میں شامل تعلیمی مواد میں تسلسل بھی قائم رہے۔ نصابی مواد کا انتخاب کرتے ہوئے ضروریات کی تکمیل، نسل کی بقا، بہتر سماجی روابط اور روزگار کی فراہمی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

3- تدریسی حکمت عملی (Teaching Methodology)

تدریسی مواد کے انتخاب کے بعد سب سے اہم مرحلہ اس تدریسی مواد کو احسن طریقے سے طلبہ تک پہنچانا ہے۔ اس کا اہم عنصر اساتذہ ہیں جو تدریسی مواد کو طلبہ تک منتقل کرتے ہیں اگر اس عمل میں تمام اجزا موجود ہوں مگر اساتذہ نہ ہوں تو تمام سکیمیں دھری کی دھری رہ جائیں۔

معلم مقاصد کی روشنی میں دیے گئے مواد کے مطابق سرگرمیوں کی تفصیلات طے کرتا ہے۔ اپنے اسباق کے اہم نکات مرتب کرتا ہے اور تدریسی معاونات فراہم کرتا ہے۔

نصاب ہی کے ذریعے اُستاد کو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف درجوں کے بچوں کی انفرادی خصوصیات اور علمی معیار کے مطابق کون سا مواد ہے اور کس طریقے سے پڑھانا ہے۔ نصاب میں مواد کے علاوہ ان طریقوں کی نشاندہی بھی کی جاتی ہے جو موادِ تدریس کی موزوں اور مؤثر پیشکش میں معاون ہو سکتے ہیں۔ ان طریقہ ہائے تدریس میں طلبہ کے اختلافِ طبع، تدریسی مواد کی ضروریات اور مخصوص مقاصد کے حصول کی مناسبت سے تبدیلی کی گنجائش کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

تدریسی مواد اور تدریسی طریقہ لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں کو کسی طرح ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ تعلیم کے دوران دونوں اجزا کا تعلق طلبہ اور اساتذہ سے قائم رہتا ہے۔ مختلف اقسام کے تدریسی طریقے دریافت ہو چکے ہیں مثلاً تقریری طریقہ، بحث ومباحثہ کا طریقہ، مسئلی طریقہ، منصوبی طریقہ، ٹیم ٹیچنگ وغیرہ۔ کوئی بھی ایک طریقہ تدریس سو (100) فی صد درست یا بہترین نہیں ہوتا بلکہ مختلف طریقہ ہائے تدریس مختلف صورتوں میں بہتر ثابت ہو سکتے ہیں۔

4- جائزہ (Evaluation)

تعلیمی مقاصد، تدریسی مواد اور طریقہ ہائے تدریس کے بعد بچوں کے والدین، معاشرہ اور اساتذہ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ جن مقاصد کے لیے یہ سب تگ ودو کی گئی ہے ان کے حصول میں کہاں تک کامیابی ملی ہے۔ طلبہ نے دورانِ تعلیم سکول کی سہولتوں سے کیا فوائد حاصل کیے ہیں؟ عمل تدریس کا معیار کیا ہے؟ اور یہ موادِ نصاب طلبہ کے لیے کہاں تک سودمند ثابت ہوا ہے؟ نتائج کو جانچنے کے طریقے جائزے کے تحت آتے ہیں۔

نتائج عام طور پر وقوفی (Cognitive)، تاثراتی (Affective) اور مہارتی (Psychomotor) انداز میں جانچے جاتے ہیں۔ وقوفی کا تعلق معلومات اور علم سے ہوتا ہے۔ تاثراتی کا تعلق عادت اور رویوں کی تشکیل سے ہوتا ہے۔ مہارتی کا تعلق کسی ہنر کے اکتساب سے ہوتا ہے۔ ان تینوں پہلوؤں کا جائزہ نصاب، اساتذہ اور دیگر سہولتوں کو جانچنے میں مدد دیتا ہے۔

جائزہ ایک ایسی سرگرمی ہے جس سے حاصل کردہ نتائج طلبہ کے اکتساب میں خوبیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کرنے کے علاوہ نصاب کی خوبیوں اور خامیوں کو بھی عیاں کرتے ہیں۔ جائزہ آئندہ نصاب سازی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے اور یوں نصاب سازی کے عمل کا اہم حصہ بن جاتا ہے۔

نصاب کے معیاری یا غیر معیاری ہونے کا اندازہ لگانے کے لیے طلبہ کے تعلم کا جائزہ لیا جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ مدارس میں رائج نصاب سے طلبہ نے کیا کچھ سیکھا ہے اور ان کی شخصیت میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں؟ تعلیم کے جن نتائج کا تعلق طلبہ کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی نشوونما سے ہے ان خصوصیات کا اظہار خاص خاص اوقات پر بھی ہوتا ہے مثلاً ایمانداری اور نیکی کے جذبے

کا اظہار مدرسے کے عام حالات میں تقریباً ناممکن ہے۔

جائزے کے لیے تعلیمی اداروں میں امتحانات کا ایک نظام رائج ہے جس کے تحت طے شدہ وقفوں سے امتحانات منعقد کر کے طلبہ کی حاصل کردہ معلومات اور مہارتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جائزہ کے ذریعے حاصل کردہ نتائج نہ صرف طلبہ کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ان کی مدد سے نفسِ مضمون میں شامل اجزا کے معیار کو پرکھنے اور طریقہ تدریس کو زیادہ بہتر بنانے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

جائزہ کے لیے مشاہدہ، آزمائش، انٹرویو، عملی، زبانی، تحریری، معروضی اور موضوعی طریقہ کار استعمال کیے جاتے ہیں۔

نصاب کے مختلف اجزا کا باہمی تعلق

(Inter-relationship Between Elements of Curriculum)

تعلیمی مقاصد، درسی مواد، تدریسی طریقے اور جائزہ آپس میں مربوط ہیں۔ ان میں سے ایک کڑی بھی غائب ہو تو نصاب نامکمل ہے۔

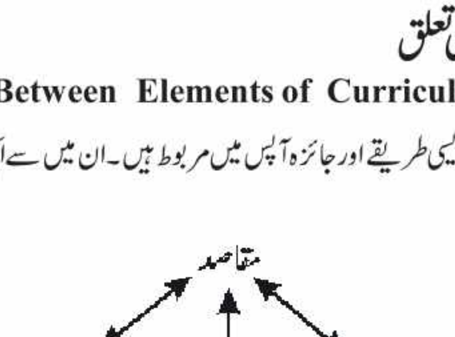

مقاصد کے مطابق تدریسی مواد کا تعین کیا جاتا ہے۔ مواد کی تکمیل تدریس کے ذریعے ہوتی ہے۔ تدریس کی تاثیر کو جانچنے کے لیے جائزہ لیا جاتا ہے۔ جائزہ کے نتیجے میں مقاصد کی تعمیرِ نو ہوتی ہے۔

کبھی سوچ اور عمل Backward/Forward نوعیت کی ہوتی ہے اور کبھی ہر ایک جزو کا تعلق باقی تینوں سے ہوتا ہے، مثلاً مقاصد کا تعلق باقی تین سے ہے۔ مقاصد ہوں تو درسی مواد کا انتخاب ہوتا ہے۔ مقاصد کی تکمیل کے لیے طریقہ تدریس اختیار کیا جاتا ہے اور جائزہ لیا جاتا ہے کہ نصاب اور تدریس کے مقاصد پورے ہوئے یا نہیں۔ اس طرح یہ چاروں اجزا آپس میں مربوط ہیں اور کسی ایک جزو میں خرابی طالب علم کی شخصیت پر بہت زیادہ اثرات مرتب کر سکتی ہے۔

پاکستان میں نصاب کی تیاری (Preparation of Curriculum in Pakistan)

مُلک میں قومی سطح پر وفاقی وزارتِ تعلیم قائم ہے اس وزارت کے تحت شعبہ نصاب سازی (Curriculum Wing) کام کر رہا تھا۔ 18 ویں آئینی ترمیم کے بعد نصاب سازی کا اختیار صوبوں کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ اب یہ صوبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلی جماعت سے بارہویں جماعت تک کی نصاب سازی کا کام سرانجام دیں۔ درسی کُتب کی طباعت اور معیاری کُتب کی فراہمی صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈز کی ذمہ داری ہے۔

ٹیکسٹ بُک بورڈز میں ماہرینِ تعلیم اور ماہرینِ مضامین مل کر نصاب کی روشنی میں درسی کُتب کی تیاری اور اشاعت کا فریضہ

سرانجام دیتے ہیں۔نصاب ہر بورڈ آف انٹرمیڈیت اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن(BISE) کو بھی بھیجا جاتا ہے تاکہ اس کے مطابق امتحان کا انعقاد کیا جا سکے۔

وزارتِ تعلیم (Ministry of Education)

وفاقی وزارتِ تعلیم قومی تعلیمی پالیسی کے مطابق صوبوں کو احکامات جاری کرتی ہے۔صوبے اپنے صوبائی مراکز سے ماہرین نصاب کی زیرِ نگرانی نصاب تیار کرواتے ہیں۔

صوبائی مراکز (Provincial Centres)

صوبائی مراکز اساتذہ اور ماہر مضامین کی کمیٹیاں بناتے ہیں۔

صوبائی کمیٹیاں (Provincial Committees)

صوبائی کمیٹیاں نصاب کا ڈرافٹ تیار کرتی ہیں جسے مجاز اتھارٹی کے سامنے منظوری کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

ٹیکسٹ بک بورڈز(Textbook Boards)

منظور شدہ نصاب کی روشنی میں ٹیکسٹ بک بورڈز کتب تیار کرتے ہیں۔

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن (Board of Intermediateand Secondary Education)

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن حتمی نصاب کی روشنی میں امتحانات کا انعقاد کرتے ہیں اور طلبا و طالبات کو سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹ اور انٹرمیڈیٹ سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالوں کے جوابات وضاحت سے لکھیے۔

1- نصاب کا مفہوم بیان کیجیے۔
2- نصابِ تعلیم میں کیا کیا سرگرمیاں اور تجربات شامل کیے جاتے ہیں؟
3- نصاب کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ ان اجزائے ترکیبی کو وضاحت سے بیان کریں۔
4- نصاب کے بنانے میں مقاصدِ تعلیم کیا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
5- اجزائے ترکیبی نصاب میں ربط سے کیا مراد ہے؟
6- اجزائے ترکیبی نصاب میں مقاصد نصاب، باقی اجزائے ترکیبی پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں؟ مثالیں دے کر وضاحت کیجیے۔
7- درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

i- مدرسے کے پیشِ نظر کون سی دو بنیادی باتیں ہوتی ہیں؟
ii- نصاب کے اجزا کے نام لکھیے۔

iii- تعلیمی مقاصد کا تعین کون کرتا ہے؟

iv- تدریسی مواد میں تبدیلی کس وجہ سے عمل میں آتی ہے؟

v- اجزائے نصاب کے مربوط ہونے سے کیا مراد ہے؟

vi- ٹیکسٹ بک بورڈ کا بنیادی کام کیا ہے؟

8- درج ذیل بیانات میں کچھ صحیح اور کچھ غلط ہیں۔ صحیح بیان کی صورت میں ''ص'' کے گرد اور غلط بیان کی صورت میں ''غ'' کے دائرہ لگائیے۔

i-	وزارتِ تعلیم کا شعبہ نصابیات، نصاب کے مطابق کتابیں چھاپتا ہے۔	ص/غ
ii-	نصاب کے تین بنیادی اجزا ہیں۔	ص/غ
iii-	مضامین کے انتخاب کے بعد مقاصد متعین کیے جاتے ہیں۔	ص/غ
iv-	معلم مقاصد کی روشنی میں دیے گئے مواد کے مطابق سرگرمیوں کی تفصیلات طے کرتا ہے۔	ص/غ
v-	تدریسی مواد اور تدریسی حکمت عملی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔	ص/غ

9- درج ذیل جملوں میں خالی جگہ پُر کیجیے۔

i- مدرسہ کے پیش نظر دو بنیادی باتیں ہوتی ہیں، طالب علم کی شخصیت کی ہمہ پہلو ترقی اور............ کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل۔

ii- .... بغیر تعلیم کا تصور ہی اُدھورا رہ جاتا ہے۔

iii- نصاب تعلیم .... کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

iv- نصاب کی وسعت کے حوالے سے ماہرین تعلیم نے نصاب کے .... اجزائے ترکیبی بیان کیے ہیں۔

v- صوبائی نصاب کمیٹیاں، مرکزی وزارت تعلیم .... کی ہدایات کی روشنی میں نصاب کا ڈرافٹ تیار کرتی ہیں۔

10- مندرجہ ذیل سوالوں میں ہر سوال کے نیچے چار ممکنہ جواب دیے گئے ہیں۔ صحیح یا موزوں ترین جواب کے سامنے دی ہوئی لائن پر ''✓'' کا نشان لگائیے۔

i- مدرسہ کے پیشِ نظر دو بنیادی چیزیں (یا اُمور) کیا ہوتی ہیں؟

ا۔ علم میں اضافہ اور بچوں کا امتحان۔ ....

ب۔ طلبہ کی ہمہ جہت ترقی اور پیشہ کا انتخاب۔ ....

ج۔ طلبہ کی ہمہ پہلو ترقی اور معاشرے کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل۔ ....

د۔ کھیلوں کا بندوبست اور ہم نصابی سرگرمیوں کا انعقاد۔ ....

ii- نصاب کے چار اجزا ہوتے ہیں۔ بتائیے کون سے؟ ....

ا۔ مقاصد، امتحانات، ہم نصابی سرگرمیاں اور تدریس۔ ....

ب۔ مقاصد، طریقۂ تدریس، اساتذہ اور طلبہ۔ ....

ج۔ مقاصد، تدریسی مواد، طریقۂ تدریس اور جائزہ۔ ....

د۔ طریقۂ تدریس، تدریسی مواد، سمعی بصری معاونات اور جائزہ۔ ....

iii- ٹیکسٹ بک بورڈ کا کام:

ا۔ نصاب سازی ہے۔ ....

ب۔ نصاب کا جائزہ لینا ہے۔ ....

ج۔ نصاب کا ڈرافٹ منظور کرانا ہے۔ ....

د۔ نصابی کتب کی تیاری ہے۔ ....

iv- تعلیمی مقاصد کا تعین، مرکزی حکومت:

ا۔ آئین میں کرتی ہے۔ ....

ب۔ پنج سالہ منصوبے میں کرتی ہے۔ ....

ج۔ قومی تعلیمی پالیسی میں کرتی ہے۔ ....

د۔ نصاب کے ڈرافٹ میں کرتی ہے۔ ....

v- نصاب سازی کے عمل کے اجزا میں ایک ترتیب قائم ہے۔ درج ذیل میں سے کسی ایک میں وہ ترتیب موجود ہے۔ درست ترتیب والے جواب کی نشاندہی کیجیے۔

ا۔ تدریسی مواد، طریقۂ تدریس، جائزہ، مقاصد۔ ....

ب۔ مقاصد، جائزہ، تدریسی مواد، طریقۂ تدریس۔ ....

ج۔ مقاصد، تدریسی مواد، جائزہ، طریقۂ تدریس۔ ....

د۔ مقاصد، تدریسی مواد، طریقۂ تدریس، جائزہ۔ ....

vi- نصاب سازی کے عمل میں سب سے پہلا کام:

ا۔ نفسِ مضمون کا انتخاب ہے۔ ....

ب۔ مضمون کا انتخاب ہے۔ ....

ج۔ طلبہ کی صلاحیتوں کا جائزہ لینا ہے۔ ....

د۔ مقاصد کا تعین ....

باب 8 مدرسہ کی سرگرمیوں کی تنظیم
(Organization of School Activities)

مدرسہ میں ہونے والی سرگرمیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ انتظامیہ اس قسم کی تمام سرگرمیوں اور فعالیتوں کو منظّم کرتی ہے۔ ان سرگرمیوں میں کچھ تو انتظامی نوعیت کی ہوتی ہیں جبکہ دیگر سرگرمیوں کا تعلق طلبہ کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت نشوونما سے ہوتا ہے جو سرگرمیاں طلبہ کی فلاح و بہبود اور نشوونما کے لیے منظّم کی جاتی ہیں وہ بھی دو طرح کی ہوتی ہیں۔ اولاً وہ سرگرمیاں، تجربات اور فعالیتیں جو براہ راست مجوزہ و مقررہ نصاب سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں عموماً کمرۂ جماعت میں تدریس و تعلیم اور متعلقہ مضمون سے مربوط ہوتی ہیں مثلاً کمرہ جماعت میں دیے جانے والے اسباق، گھر کا کام اور امتحان وغیرہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی سرگرمیاں براہ راست مجوزہ نصاب سے تعلق نہیں رکھتیں تاہم وہ طالب علم کی شخصیت کی بھرپور اور ہمہ جہت نشوونما میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ مجوزہ نصاب کی غایت طلبہ کی ہمہ گیر نشوونما کرنا ہوتا ہے تاہم نصاب سے متعلق فعالیتیں نصاب میں متعین حدود سے باہر نہیں نکلتی ہیں جبکہ دوسری قسم کی سرگرمیاں نصاب میں مقرر کیے ہوئے مقاصد کو مدد فراہم کرتی ہیں جو کے نصاب کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ادا نہیں کی جاتی ہیں۔

وہ سرگرمیاں یا فعالیتیں جو نصاب کی مقررہ حدود کے اندر رہتے ہوئے انجام دی جائیں ''نصابی سرگرمیاں'' کہلاتی ہیں۔ برعکس ان کے وہ سرگرمیاں جو نصاب کے مقاصد کو تو مدد فراہم کریں لیکن ان کا ذکر نصاب کی دستاویزات میں موجود نہ ہو اور جو طالب علم کی ہمہ گیر و ہمہ جہت نشوونما کا فریضہ بھی انجام دیں ''ہم نصابی سرگرمیاں'' کہلاتی ہیں۔

آپ اس باب سے قبل کئی دوسرے ابواب میں پڑھ چکے ہیں کہ تعلیم بچے کے کردار میں موزوں و مناسب تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ طالب علم کے کردار کے یہ پہلو بہت نمایاں ہیں یعنی (1) جسمانی نشوونما (2) ذہنی نشوونما (3) جذباتی نشوونما اور (4) معاشرتی نشوونما۔ گو کہ نصاب طالب علم کے ان تمام پہلوؤں کو مدِنظر رکھ کر ترتیب دیا جاتا ہے تاہم کچھ ذیلی پہلو اور کردار کے شعبے ایسے ہیں جن کو صرف ''نصابی سرگرمیوں'' کے ذریعے مکمل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ''ہم نصابی سرگرمیوں'' کا بھی اہتمام و انتظام کرتا ہے۔

مدرسہ میں ہم نصابی سرگرمیوں کی اہمیت

(Importance of Co-Curricular Activities in School)

مدرسہ طلبہ کے لیے دو قسم کی سرگرمیوں کا بندوبست کرتا ہے۔ ایک تو نصابی سرگرمیاں ہیں، دوسری ''ہم نصابی سرگرمیاں'' ہیں۔ دوسری قسم کی سرگرمیاں بھی اسی قدر اہم ہیں جس قدر ''نصابی'' سرگرمیاں۔ ہم نصابی سرگرمیاں، اس خلا کو پُر کرتی ہیں جو نصابی سرگرمیاں چھوڑ جاتی ہیں مثلاً کمرۂ جماعت میں پڑھنے لکھنے، حساب کتاب، سائنس، آرٹس اور دیگر مضامین میں مہارت تو پیدا ہو جائے گی یا اس مہارت کے پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔ تاہم طالب علم (بچہ) کی شخصیت و کردار کے کئی اہم پہلو (بنیادی و ذیلی) نظر انداز ہو

جائیں گے، مثلاً:

1- جسمانی حرکات وتوانائی کا مناسب انداز میں استعمال
2- صحت وحفاظت کے اُصول کا اطلاق
3- پیشوں کے بارے میں معلومات
4- فارغ اوقات کا موزوں اور پسندیدہ استعمال
5- معاشرتی تعلقات، روابط اور روزمرہ کے افعال واعمال کی ادائیگی
6- شہریت کا احساس اور اخلاقی ترقی۔
7- ذاتی دلچسپیوں کو پورا کرنا۔

درج بالا امور پر بعض اساتذہ شاید کمرہ جماعت میں بھی توجہ دیتے ہیں لیکن کمرۂ جماعت کی تدریس میں وقت آڑے آتا ہے۔ وہ نصابی سرگرمیوں کی تکمیل اور کورس پورا کرنے پر اپنی زیادہ تر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ ہم نصابی سرگرمیوں کے لیے علیحدہ وقت اور باقاعدہ منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ان سرگرمیوں کو مدرسہ میں نصاب کے پروگرام کے ساتھ ساتھ اور علیحدہ منظّم کرنا ضروری ہے۔

اوپر بیان کیے گئے (1) تا (7) پہلو اس بات کی جانب ہماری توجہ دلاتے ہیں کہ طالب علم کی شخصیت کی بھرپور نشوونما اور ہمہ جہت ترقی کے لیے ہم نصابی سرگرمیاں بھی بہت اہم ہیں مثلاً جسمانی ترقی اور نشوونما کے لیے کمرۂ جماعت میں انتظام ممکن نہیں۔ ہمیں اس کے لیے میدانوں میں کھیلوں کا انتظام کرنا ہوگا۔ جمناسٹک یا اتھلیٹکس وغیرہ کا بندوبست کرنا ہوگا۔ دوسری مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ہم چاہتے ہیں طلبہ بہتر معاشرتی تعلقات قائم کر سکیں تو ہمیں ایسی سرگرمیاں منتخب کرنا ہوں گی جن میں طلبہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں، تعاون کریں، ایک دوسرے کے حقوق وفرائض کا خیال رکھیں وغیرہ۔ وہ سرگرمیاں ''ٹیم ورک'' کی صورت میں منظّم ہو سکتی ہیں مثلاً اجتماعی کھیل (ہاکی، فٹ بال، وغیرہ)، تعلیمی وتفریحی سفر وغیرہ۔

ہم نصابی سرگرمیوں کا طلبہ کی نشوونما میں کردار

(Role of Co-Curricular Activities in the Development of Students)

اب تک کی گفتگو میں ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ''ہم نصابی سرگرمیاں'' طلبہ کی ہمہ گیر، ہمہ جہت اور بھرپور نشوونما میں بہت اہم ہیں۔ مدرسہ ان کے منظّم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہ ہم نصابی سرگرمیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں:

i- کھیل کود، جسمانی ورزشیں، اتھلیٹکس (ہاکی، فٹ بال، کرکٹ، دوڑیں وغیرہ)
ii- ادبی وتفریحی سرگرمیاں (بزم ادب، تقریری مقابلے، تعلیمی سفر وغیرہ)
iii- کلب اور سوسائٹیاں (بوائے سکاؤٹس، گرل گائیڈز، سائنس سوسائٹی، فوٹوگرافک کلب، ڈرامیٹک کلب، سکول بینڈ وغیرہ)
iv- طلبہ کے مشاغل (ٹکٹیں جمع کرنا، مصوری، باغبانی وغیرہ)
v- تحریری سرگرمیاں (کلاس میگزین، سکول میگزین، مضمون نویسی کا مقابلہ، شاعری کا مقابلہ، بلیٹن بورڈ کی ترتیب وغیرہ)

یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ ایسی بے شمار سرگرمیاں، مدرسہ اپنے ماحول، حالات کار، اساتذہ کے تجربات اور مہارت، مدرسہ میں

موجود سہولتوں اور دیگر اُمور کو دیکھ کر منظم کر سکتا ہے۔ یہ سرگرمیاں طلبہ کے بہت سے پہلوؤں کی نشوونما میں مددگار ہوتی ہیں۔

کھیل کود، جسمانی ورزشیں، اتھلیٹکس وغیرہ کی سرگرمیاں طلبہ کے جسمانی پہلو کی نشوونما پر اثر انداز ہونے کے علاوہ ان میں صبر، حوصلہ، نظم وضبط اور تعاون وغیرہ کی افزائش کا سبب بھی بنتی ہیں۔ طلبہ ان سرگرمیوں میں شرکت کر کے اپنی شخصیت کے کئی پہلوؤں میں ترقی کر سکتے ہیں۔ ان میں ٹیم سپرٹ اور سپورٹس مین سپرٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح ادبی وتفریحی سرگرمیاں، طلبہ کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ مجلس میں بلا جھجک اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں، ان میں سامعین کا سامنا کرنے کا حوصلہ اور جرأت پیدا ہو، کسی تقریر کے لیے مواد اور معلومات جمع کر سکیں، ان معلومات کو موزوں انداز میں ترتیب دے سکیں، لوگوں تک اپنی بات اور خیال پہنچانے کا سلیقہ سیکھ جائیں، دلائل کے ساتھ اپنی بات کا بھرپور انداز میں اظہار کر سکیں۔ تعلیمی وتفریحی سفر کے ذریعے ان میں سفر کی مشکلات سہنے کی ہمت پیدا ہو گی۔ وہ معاشرتی، جغرافیائی، تاریخی اور معاشی قسم کی معلومات جمع کر سکیں گے۔ سفر کے دوران جن لوگوں سے واسطہ اور رابطہ قائم ہوا ان سے بہتر تعلقات پیدا کر سکیں گے۔ کھوج لگانے اور تحقیق کرنے کا ملکہ ان میں پیدا ہو جائے گا۔

کلب اور سوسائٹیاں بھی طلبہ میں بہت سے جذبات اور صلاحیتوں کی ترویج کا باعث ہوتی ہیں۔ بوائے سکاؤٹ یا گرل گائیڈ بن کر بچے میں دوسروں کی خدمت کرنے کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ ان میں حکم ماننے اور لیڈر بننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر سرگرمیاں بھی طلبہ میں تعاون، اتفاق، اتحاد، ہمدردی جیسے جذبات ابھارنے کے علاوہ معاشرے میں بہتر طور پر جذب ہونے کے قابل بناتی ہیں۔

طلبہ کی ذاتی دلچسپیاں بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان دلچسپیوں کو پورا کرنے کے لیے طلبہ اوپر درج کی گئی بہت سی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتے ہیں تاہم کچھ دلچسپیاں ہر طالب علم کے لیے انفرادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہر طالب علم دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں اپنی علیحدہ شناخت بھی چاہتا ہے۔ اس کی کوئی انفرادی دلچسپی بھی ہوتی ہے۔ اس دلچسپی کے لیے طلبہ کو مشاغل (Hobbies) اختیار کرنے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ یہ مشاغل طالب علم کے لیے تسکین، خوشی اور خودداری وغیرہ کا باعث ہوتے ہیں۔

یوں طلبہ میں ان سرگرمیوں میں شرکت کے بعد بہت سی خصوصیات اور اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے:

1- اپنی جسمانی توانائیوں کا بہتر استعمال سیکھ جاتے ہیں۔ ان کے اعضائے جسمانی میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور تمام اعضا کی حرکات میں ربط پیدا ہو جاتا ہے۔

2- صحت وصفائی اور ذاتی حفاظت کے اصول سے واقف ہو کر ان پر کاربند ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی بلکہ ماحول کی بہتری میں بھی تعاون کرنے لگتے ہیں۔

3- فارغ اوقات کو مناسب اور موزوں انداز میں استعمال کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ پسندیدہ اور ناپسندیدہ میں تمیز کرنا سیکھ جاتے ہیں۔

4- بہتر معاشرتی تعلقات، روابط، ساتھیوں کے ساتھ تعاون اور اتفاق واتحاد کرنے کی عادات پیدا کر لیتے ہیں۔

5- نظم وضبط کے پابند ہو جاتے ہیں۔

6- معلومات جمع کرنا اور انہیں ترتیب دے کر منظم کرنا سیکھ جاتے ہیں اور انھیں استدلال کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی استعداد حاصل کر لیتے ہیں۔

7- اپنے جذبات پر قابو پانے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں اور فوری طور پر جذباتی ردِعمل سے پرہیز کرنا سیکھ جاتے ہیں۔
غرضیکہ طلبہ میں بے شمار ایسی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کے باعث وہ خوشگوار اور پُر مسرت زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ معاشرے میں وہ بہتر مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

ماحول اور ہم نصابی سرگرمیاں (Environment and Co-Curricular Activities)

طلبہ، تمام تر نصابی اور ہم نصابی سرگرمیاں، ایک مخصوص ماحول میں انجام دیتے ہیں۔ نصابی سرگرمیوں کے لیے تو ساری اغراض طے ہوتی ہیں۔ وہ کیسا ہی ماحول کیوں نہ ہو، ان سرگرمیوں کو کسی نہ کسی طرح پورا کرنا ہوتا ہے۔ ان نصابی سرگرمیوں کے لیے سہولتیں پہلے سے موجود یا متعین کر دی جاتی ہیں۔ لیکن ہم نصابی سرگرمیوں کی خاطر مدرسہ کی انتظامیہ کو بندوبست کرنا پڑتا ہے۔ ماحول ان ہم نصابی سرگرمیوں پر بے حد اثر انداز ہوتا ہے۔

ماحول کیا ہے؟ وہ اِرد گرد کے حالات جو کسی واقعہ یا سرگرمی کے چاروں طرف موجود ہوتے ہیں۔ یہ حالات، جغرافیائی، معاشرتی، معاشی، انسانی، ثقافتی اور سہولیات پر مبنی ہوتے ہیں۔ مدرسہ میں کسی کام کو انجام دینے کے لیے ماحول دو طرح کا ہوتا ہے یعنی مدرسہ کا اندرونی ماحول اور مدرسہ کا بیرونی ماحول۔ مدرسہ کے اندرونی ماحول میں (1) مدرسہ کی عمارت، (2) مدرسہ میں موجود سہولتیں، (3) مدرسہ میں موجود انسانی وسائل (مثلاً اساتذہ)، (4) مدرسہ میں موجود ساز و سامان، اور (5) طلبہ کی نشوونمائی سطح شامل ہیں۔

مدرسہ کے بیرونی ماحول میں (1) سماجی و ثقافتی اقدار و روایات، (2) طلبہ کے والدین کا رویہ بسلسلہ تعلیم و تربیت، (3) معاشرے اور قریبی ماحول میں موجود سہولتیں، (4) ماحول میں موجود انسانی وسائل اور مہارتیں وغیرہ شامل ہیں۔

ہم نصابی سرگرمیوں کے انتظام اور ان کے انجام دہی پر دونوں قسم کے ماحول اثر انداز ہوتے ہیں مثلاً عمارت ہی کو لیجیے، اگر سکول کی عمارت میں کوئی ہال موجود نہیں ہے تو وہاں ڈرامہ سٹیج نہیں کیا جا سکتا، اگر ہم ڈرامہ کا انتظام کرنا بھی چاہیں تو اس کے انجام دینے میں وہ سہولتیں میسر نہیں ہوں گی جو ہال کے موجود ہونے کی صورت میں ہمیں فراہم ہو سکتی تھیں۔ اسی طرح مدرسہ میں دوسری سہولتیں، مثلاً کھیل کے میدان، ٹینس کورٹ، سکوائش کورٹ، بیڈمنٹن یا والی بال وغیرہ کے لیے کورٹ موجود نہیں ہیں تو ان کھیلوں، ورزشوں، اتھلیٹکس وغیرہ کا انتظام کرنا مدرسہ کی انتظامیہ کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر خاص قسم کی سرگرمیوں کو جاری کرنے کے لیے اس سرگرمی کے ماہر اساتذہ موجود نہیں ہیں تو طلبہ کے لیے ایسی سرگرمی کا انعقاد ممکن نہیں ہوگا۔

ہم نصابی سرگرمیوں کے منظّم کرنے میں انسانی وسائل بھی بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں اہم تر، مدرسہ کی انتظامیہ (سربراہ مدرسہ) کا رویہ، دلچسپی اور رُجحان خاصا وقیع کردار ادا کرتے ہیں۔ انتظامیہ کے علاوہ اساتذہ کی مہارت، دلچسپی، وقت دینا، خوش دلی اور ہمدردانہ انداز بھی ہم نصابی سرگرمیوں کے انعقاد پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان انسانی وسائل کے علاوہ طلبہ کی دلچسپیاں، رُجحانات و میلان اور شوق بھی ان سرگرمیوں کے منظّم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ طلبہ کے منفی ردِعمل سے ہم نصابی سرگرمیوں کا مثبت انتظام متاثر ہوتا ہے۔

مدرسہ کے "اندرونی ماحول" کے برعکس "بیرونی ماحول" بھی ہم نصابی سرگرمیوں کے انتظام و انصرام میں مداخلت کا باعث بنتا ہے، مثلاً والدین کا تعلیم کے بارے میں رویہ بھی ان سرگرمیوں کے انعقاد کو متاثر کرتا ہے اگر ہم طلبہ کو کسی تعلیمی و تفریحی سفر پر لے جانا چاہتے ہیں تو والدین کا رویہ اس پروگرام کو متاثر کرے گا۔ بعض والدین اپنے بچوں کو اس قسم کے سفر پر بھیجنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اس سرگرمی

کوفضول تصور کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سفر، وقت کی بربادی ہے یا یہ کہیں گے کہ انتظامیہ اور اساتذہ اپنی ذاتی سیر وتفریح کے لیے والدین کا استحصال کررہے ہیں۔ بچوں کے خرچے پر اپنی سیر کرنا چاہتے ہیں وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے رویہ سے اس قسم کی سرگرمی پر بُرا اثر پڑے گا۔

بیرونی ماحول کی بعض سماجی وثقافتی اقدار کا سہارا لے کر معاشرے کے بااثر لوگ مدرسہ کی کچھ سرگرمیوں کو بُرا کہیں گے اور مدرسہ کی انتظامیہ کے خلاف منفی قسم کا پروپیگنڈا کریں گے۔ وہ کوئی ڈرامہ منعقد کرنے پر اعتراض کریں گے۔ موسیقی کے پروگرام کی مخالفت کریں گے۔ اس کے علاوہ معاشرے اور قریبی ماحول میں بعض سہولتوں کی عدم موجودگی بھی ہم نصابی سرگرمیوں کے انعقاد کو متاثر کریں گی۔

غرضیکہ مدرسہ کا اندرونی اور بیرونی ماحول، ہم نصابی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوکر ان کے انعقاد اور انتظام کو مشکل بھی بنا سکتے ہیں اور ان کے بندوبست میں آسانی بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالوں کے تفصیلی جواب لکھیے۔

1- نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں فرق بیان کیجئے۔ مثالیں دے کر اپنے جواب کی وضاحت بھی کریں۔

2- ہم نصابی سرگرمیوں کے انتظام کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ واضح کیجیے۔

3- بزم ادب کے انعقاد کے لیے کس قسم کے انتظامات کی ضرورت ہوگی؟

4- ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعہ طلبہ میں کون سے اوصاف فروغ پاتے ہیں؟ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

5- مدرسہ کا اندرونی ماحول کس طرح ہم نصابی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوتا ہے؟

6- سماجی اور ثقافتی اقدار کیوں کر ہم نصابی سرگرمیوں پر اپنا اثر مرتب کرتی ہیں؟

7- درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

i- ہم نصابی سرگرمی کسے کہتے ہیں؟

ii- نصابی سرگرمیوں میں شامل تین سرگرمیوں کے نام لکھیے۔

iii- بچہ کے کردار کے دو پہلو بتائیے جنہیں صرف ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعہ نشوونما دی جاسکتی ہے؟

iv- فارغ اوقات سے کیا مراد ہے؟

v- طلبہ کے انفرادی مشاغل کی چار مثالیں لکھیے۔

8- درج ذیل جملوں میں صحیح بیان کے سامنے ''ص'' اور غلط بیان کے سامنے ''غ'' کے گرد دائرہ لگائیے۔

i- سکول انتظامیہ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ''ہم نصابی'' سرگرمیوں کا بندوبست کرے۔ ص/غ

ii- وہ سرگرمیاں جو مدرسہ کے اندر، نصاب کی حدود میں رہتے ہوئے انجام دی جائیں ''ہم نصابی سرگرمیاں'' کہلاتی ہیں۔ ص/غ

iii- کمرۂ جماعت میں دیے جانے والے اسباق اور اس سبق سے متعلق سرگرمیوں کو نصابی سرگرمیاں کہتے ہیں۔ ص/غ

iv- ہم نصابی سرگرمیاں، مجوزہ ومقررہ نصاب کو کوئی مدد فراہم نہیں کرتیں۔ ص/غ

-v جسمانی ترقی اور جسمانی نشو ونما کے لیے کمرۂ جماعت میں انتظام کرنا ممکن ہے۔ ص/غ
-vi طلبہ کے لیے بہتر معاشرتی تعلقات کی خاطر، مدرسہ میں اجتماعی کھیلوں کا انتظام کرنا مناسب ہوتا ہے۔ ص/غ
-vii ہم نصابی سرگرمیوں کے انعقاد اور انتظام میں طلبہ کی ذاتی دلچسپیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ ص/غ
-viii ہم نصابی سرگرمیاں بھی، طلبہ کو خوشگوار اور پُرمسرت زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہیں۔ ص/غ
-ix ہم نصابی سرگرمیوں کے انتظام پر بیرونی ماحول کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ ص/غ
-x مدرسہ کے اندر موجود سہولتیں، نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کو بآسانی منظّم کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ ص/غ

-9 درج ذیل جملوں میں خالی جگہ مناسب الفاظ لگا کر پُر کیجیے۔
-i طلبہ کی نشو ونما کے لیے مدرسہ میں منظّم کی جانے والی سرگرمیاں .... قسم کی ہوتی ہے۔
-ii نصاب سے متعلق سرگرمیاں یا فعالیتیں، نصاب میں .... حدود کے اندر رہ کر انجام دی جاتی ہیں۔
-iii کمرۂ جماعت میں کسی مضمون سے متعلقہ .... نصابی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔
-iv ہم نصابی سرگرمیاں، اس خلا کو پُر کرتی ہیں جو نصابی سرگرمیاں .... جاتی ہیں۔
-v ہم نصابی سرگرمیوں کو کمرۂ جماعت کی .... میں انجام دینا مشکل ہوتا ہے۔
-vi مشاغل طلبہ کے لیے تسکین، خوشی اور خودداری وغیرہ کا .... ہوتے ہیں۔
-vii کھیل کود اور ٹیم والے کھیلوں میں حصہ لینے کی بنا پر طلبہ میں .... فروغ پاتا ہے۔
-viii سکول میں قائم کلب اور سوسائٹیاں بھی طلبہ میں بہت سی صلاحیتوں کی .... کا باعث ہوتی ہیں۔
-ix مدرسہ میں کسی کام کو انجام دینے کے لیے .... بے حد اثر ڈالتا ہے۔
-x .... ماحول کی سماجی و ثقافتی قدروں کا سہارا لے کر بعض بااثر لوگ مدرسہ کی کچھ سرگرمیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

-10 مندرجہ ذیل سوالوں میں ہر سوال کے نیچے چار ممکنہ جواب دیے گئے ہیں۔ صحیح یا موزوں ترین جواب کے سامنے دی ہوئی لائن پر "✓" کا نشان لگائیے۔

-i وہ سرگرمیاں جو نصاب کی مقررہ حدود کے اندر رہتے ہوئے انجام دی جائیں:
ا۔ ہم نصابی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔ ....
ب۔ غیر نصابی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔ ....
ج۔ تدریسی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔ ....
د۔ نصابی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔ ....

-ii ہم نصابی سرگرمیاں، طالب علم کی:
ا۔ علمی و عملی نشو ونما کرتی ہیں۔ ....
ب۔ ہمہ پہلو ترقی و نشو ونما میں مددگار ہوتی ہیں۔ ....
ج۔ امتحان میں کامیابی کو یقینی بناتی ہیں۔ ....
د۔ صرف جسمانی نشو ونما کو ممکن بناتی ہیں۔ ....

iii- بچوں کی تحریری صلاحیت کو جلا بخشنے کے لیے کون سی سرگرمی مناسب ہوگی؟

ا۔ بزمِ ادب میں شرکت۔ ....

ب۔ تقریری مقابلے میں شرکت۔ ....

ج۔ مضمون نویسی میں شرکت۔ ....

د۔ تعلیمی سفر میں شرکت۔ ....

iv- وہ کھیل جو "ٹیم" کی صورت میں کھیلے جائیں (مثلاً فٹ بال)، طلبہ میں کس قسم کے اوصاف پیدا کرنے کا سبب ہوتے ہیں؟

ا۔ بہترین ذاتی کارکردگی۔ ....

ب۔ دوستی کا جذبہ۔ ....

ج۔ نظم وضبط اور اصولوں کی پابندی۔ ....

د۔ ہمدردی۔ ....

v- مدرسہ کا اندرونی ماحول، ہم نصابی سرگرمیوں کے انعقاد پر بہت اثر انداز ہوتا ہے، اس "اندرونی ماحول" سے کیا مراد ہے؟

ا۔ مدرسہ کے اردگرد موجود وسائل جو ہم نصابی سرگرمیوں میں کام آسکیں۔ ....

ب۔ مدرسہ کے اندر موجود ماہر اساتذہ کا ہونا۔ ....

ج۔ نصاب میں درج سرگرمیاں جو جاری رکھی جائیں۔ ....

د۔ مدرسہ کے اندر موجود تمام تر سہولتیں اور وسائل۔ ....

باب 9 رہنمائی اور مشاورت
(Guidance and Counselling)

زندگی میں شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جسے کوئی مشکل پیش نہ آئی ہو اور اسے کسی سے مشورہ کرنے اور رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ روزمرہ پیش آنے والے مسائل تو فرد بآسانی، اپنی ذاتی کوشش اور کاوش سے حل کر لیتا ہے ان مسائل و مشکلات کو وہ اپنے کسی دوست، عزیز اور ساتھیوں سے مشورہ کر کے حل کر لیتا ہے تاہم کبھی کبھی، کسی نہ کسی کو ایک ایسے مسئلے سے سابقہ پڑتا ہے جو وہ کسی سطحی مشورہ یا ہدایت و رہنمائی سے حل نہ کر سکتا ہو۔ صرف مسائل یا مشکلات ہی میں مشاورت و رہنمائی کی ضرورت نہیں ہوتی بعض صورتوں، مثلاً کوئی مضمون منتخب کرنے، کسی پیشے کے اختیار کرنے یا کسی خاص نفسیاتی اُلجھن کو سلجھانے میں بھی ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ایک بچہ کسی مضمون میں مناسب کارکردگی و کامیابی سے محروم ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ اس مضمون میں ہی اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ وہ کون سی وجوہات ہیں جو اس طالب علم کی مذکورہ مضمون میں ناکامی کا باعث بنتی ہیں۔ ان تمام صورتوں میں بچے، افراد یا طالب علم کو رہنمائی اور مشاورت کی ضرورت ہے۔

رہنمائی (Guidance)

تعلیم کے قدیم اور جدید مفہوم میں جو فرق آیا ہے اس کے مطابق رہنمائی کے تصور میں بھی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ تعلیم کا قدیم مفہوم صرف اس بات پر مرکوز تھا کہ استاد کا کام، بچے کو علم فراہم کرنا اور چند کتابوں کے پڑھانے کے ساتھ ساتھ معلومات فراہم کرنا ہے۔ جدید مفہوم میں تعلیم اور استاد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہو گئی ہے کہ وہ طالب علم کی شخصیت کی ہمہ پہلو اور ہمہ گیر نشوونما کرے اور جہاں جہاں ضرورت ہو، طالب علم کی صلاحیتوں کے مطابق اس کے مسائل اور مشکلات کو دُور کرنے میں طالب علم کی مدد کرے۔ تعلیم کے اس جدید مفہوم کی بنا پر اب یہ ضرورت بھی محسوس کی جانے لگی ہے کہ معلم رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دے۔ بعض صورتوں میں ہر اُستاد، طالب علم کے تمام تر مسائل اور اس کو پیش آنے والی بیشتر مشکلات میں طالب علم کی مدد کرنے کی پوری مہارت نہیں رکھتا۔ اس لیے اس کام کے لیے یہ تصور بھی سامنے آیا کہ رہنمائی کا ایک علیحدہ شعبہ بھی اداروں میں قائم کیا جائے اور کلی طور پر اس کام کو انجام دینے کے لیے ایک ماہر شخص کو بھی اداروں میں موجود ہونا چاہیے۔

رہنمائی کے لغوی معنی راستہ دکھانے، نشاندہی کرنے، آگے آگے چل کر پیروی کرانے یا مشکل میں مدد کرنے کے ہیں۔ رہنمائی کسی فرد کے لیے سوچنا نہیں، بلکہ اس کے ساتھ مل کر سوچنے اور مشکل کا حل تلاش کرنے کا نام ہے۔ صرف مشکل کو حل کر دینا کافی نہیں بلکہ فرد کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنی مشکل کو خود سمجھے اور اپنی صلاحیتوں کو کام میں لا کر اس مشکل کا حل نکال سکے۔ رہنما کسی فرد کو سوچنے، غور کرنے، اپنی صلاحیتوں کو کام میں لانے، مشکل کو پہچاننے، مسئلہ کی شناخت کرنے اور اسے مشکل یا مسئلہ کو حل کرنے کے طریقے تلاش کر لینے کے قابل بنا کر باقی کام فرد پر چھوڑ دیتا ہے۔ یوں وہ خود حل تک پہنچ جاتا ہے۔

درج بالا باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم رہنمائی (Guidance) کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کر سکتے ہیں:

رہنمائی ایک ایسا منضبط، مسلسل اور پیشہ ورانہ عمل ہے جس کے ذریعے افراد (یا طالب علم) کو ایسی مدد فراہم کی جاتی ہے کہ وہ اپنے تعلیمی، ذاتی، معاشرتی اور معاشی مسائل ومشکلات سے واقفیت حاصل کریں، ان کے لیے دانشمندانہ طریقے ڈھونڈ لیں، ان کو حل کر لیں اور اپنی موجودہ اور مابعد کی زندگی کو خوشگوار انداز سے گزارنے کے قابل ہو جائیں۔

رہنمائی کی اس تعریف کے مطابق رہنمائی کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں یعنی تعلیمی رہنمائی، پیشہ ورانہ رہنمائی، ذاتی مسائل میں رہنمائی وغیرہ۔ اس تعریف سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی ضرورت اسی وقت پڑتی ہے جب کوئی مشکل یا کوئی مسئلہ پیدا ہو یا کوئی الجھن درپیش ہو۔ یوں رہنمائی کے ذریعے طلبہ کو متوازن نشوونما میں مدد دی جاتی ہے، انھیں سوچنے پر آمادہ کیا جاتا ہے، انھیں مقصدِ حیات کا شعور دلایا جاتا ہے، انھیں مسائل کی شناخت کے قابل بنایا جاتا ہے، انھیں آئندہ زندگی کے لیے شعبوں کے انتخاب میں مدد دی جاتی ہے، منفی عادات وخصائل سے بچنے پر آمادہ کیا جاتا ہے اور اپنے تعلیمی وتدریسی مسائل پر قابو پانے اور مناسب وموزوں طریقے اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ رہنمائی کے اس عمل کے ذریعے وہ اپنے مسائل حل کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

رہنمائی کا ایک شعبہ ''مشاورت'' بھی ہے ذیل میں ہم اس کو اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

مشاورت (Counselling)

رہنمائی فرد کو تمام شعبوں میں مدد فراہم کرتی ہے، مثلاً بچے کو کون سے مضامین اختیار کرنا چاہئیں؟ بچے کی نظر کمزور ہے تو اسے کہاں جانا ہے؟ بچے کو کون سا پیشہ اختیار کرنا ہے؟ کیا بچے میں کسی پیشہ ورانہ شعبے میں جانے کی استعداد اور خصوصی صلاحیتیں موجود ہیں جن کی بنیاد پر اس کی رہنمائی کی جا سکے؟ تاہم بچے (یا فرد) کے کچھ مسائل، اُلجھنیں، مشکلات ایسی بھی ہوتی ہیں جو گہرا مطالعہ چاہتی ہیں۔ خصوصاً ایسے مسائل ومشکلات یا اُلجھنیں جن کا تعلق ذہنی اور جذباتی کیفیات سے ہو۔ ان مسائل کو عام فرد حل نہیں کر سکے گا۔ بچے کو اس بارے میں کسی ماہر سے مشورے اور ہدایت کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا مشاورت کا عمل اسی پہلو سے متعلق ہے۔ اس عمل میں دو افراد موجود ہوتے ہیں یعنی:

(1) مسئلہ کا شکار فرد (مشار) (2) تجربہ کار فرد جو مشورہ دے سکے (مشیر)۔

ان دونوں افراد میں رابطہ ہوتا ہے اور ایک باقاعدہ ذاتی تعامل سے وہ مسئلہ کے حل تک پہنچتے ہیں۔

درج بالا اُمور کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم اور آپ مشاورت کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں:

''مشاورت، دو افراد کے مابین ایک ایسی براہ راست، باضابطہ اور مسلسل گفتگو ہے جس میں ایک فرد، دوسرے فرد سے اس طرح مدد حاصل کرتا ہے کہ وہ اپنے مسائل اور مشکلات کو سلجھا سکے اور اپنے رویوں، طرزِ فکر اور کردار میں موزوں تبدیلی پیدا کر سکے تاکہ وہ آئندہ بھی مشکلات کا حل خود تلاش کرنے کے قابل ہو جائے''۔

مشاورت کے عمل کے ذریعہ طلبہ اور دیگر افراد کے پیچیدہ اور گھمبیر مسائل کو حل کرنے میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ اس میں جو فرد مدد کرتا ہے اسے ''مشیر'' اور جسے مدد فراہم کی جاتی ہے اسے ''مشار'' کہتے ہیں۔

طلبہ کو پیش آنے والے مسائل (Problems of Students)

رہنمائی اور مشاورت کا بنیادی مقصد، طلبہ (یا افراد) کو ان کی مشکلات ومسائل میں مدد فراہم کرنا ہے تاکہ وہ ماحول سے مطابقت پیدا کر سکیں اور خوشگوار زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں۔ طلبہ کو بھی بہت سی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے

جومسائل ان کے درپیش ہوتے ہیں۔ وہ مسائل ومشکلات کئی قسم کے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً:

(1) تعلیمی وتدریسی مسائل (2) معاشرتی مسائل (3) معاشی مسائل
(4) پیشہ ورانہ مسائل (5) ذاتی نفسیاتی مسائل

اب ہم ان مسائل کو اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

1- تعلیمی وتدریسی مسائل (Educational Problems)

مدرسے میں داخل ہوتے ہی بچوں کو مختلف قسم کے تعلیمی وتدریسی مسائل پیش آتے ہیں۔ کچھ کا تعلق اس کے تعلم کے عمل سے ہوتا ہے مثلاً وہ زبان پر مناسب عبور نہیں رکھتا اس لیے اس کو کسی بھی تصور یا حقیقت کو سمجھنے میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ اگلی جماعتوں میں جو مضامین اس کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں وہ اس کی ذہنی صلاحیت، خصوصی استعداد، رُجحانات اور سابقہ علم ومعلومات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ بعض اوقات چند بچے اپنی کچھ ذاتی مجبوریوں اور معذوریوں کی بنا پر کسی ایک یا دو مضامین میں دیگر بچوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اساتذہ کے سلوک اور سخت گیرانہ رویے کی وجہ سے کسی مضمون میں ان بچوں کی استعداد وتحصیل غیر تسلی بخش ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی بے شمار وجوہات ممکن ہیں جو بچے کے اکتساب پر اثر انداز ہوتی ہوں۔ رہنمائی کے ذریعے بچوں کے ان مسائل سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے اور یوں ان مسائل پر قابو پا لینے کے لیے تجاویز سامنے آسکتی ہیں تاکہ بچے بلا رکاوٹ تعلیمی پروگرام میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

2- معاشرتی مسائل (Social Problems)

ان مسائل کا تعلق دراصل فرد اور معاشرے میں بہتر تعلقات وروابط سے ہے۔ بچہ یہ تعلقات وروابط گھر سے سیکھتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بچہ کے ساتھ گھر کے افراد نے مناسب سلوک نہ کیا ہو۔ اس میں بعض لوگوں کے بارے میں منفی رویے منتقل کیے گئے ہوں، ماں باپ میں اچھے روابط نہ ہوں، لہٰذا لڑتے جھگڑتے ہوں۔ بچہ بھی ان باتوں سے متاثر ہوکر لڑتا جھگڑتا رہے۔ اسے ابتداً بُری صحبت ملی ہو۔ بعض صورتوں میں خاندان کا اپنا معاشرتی مرتبہ بھی بچے کے دیگر بچوں سے تعلقات کو متاثر کرے گا۔ اس صورت حال میں بچہ میں لوگوں سے نفرت وحقارت پیدا ہوگی۔ لہٰذا معاشرتی مسائل کا بنیادی تعلق معاشرتی عدم مطابقت سے ہے۔ اس عدم مطابقت کی وجہ سے بچہ مدرسے اور بعد ازاں اپنے محلّہ، شہر یا معاشرے سے بہتر تعلقات استوار نہیں کر سکے گا۔

3- معاشی مسائل (Economic Problems)

ان مسائل کا تعلق، دراصل بچے کی گھریلو معاشی حیثیت سے ہے۔ جن بچوں کے گھروں میں معاشی خوش حالی نہیں ہوں گی۔ معاشی طور پر پس ماندہ گھروں سے آئے بچے مدرسہ میں چند قبیح قسم کی حرکات کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ وہ چوری، جھوٹ بولنے جیسے کاموں کا شکار ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح وہ بچے بھی مسائل کا شکار ہوسکتے ہیں جن کے گھروں میں بہت خوش حالی ہو وہ پیسہ کے بل بوتے پر غلط کام کر سکتے ہیں۔ جس طرح کم وسائل والے بچے برے افعال کا ارتکاب کر سکتے ہیں بالکل اسی طرح امیر ماں باپ کے بچے بھی برے کاموں میں ملوث ہوسکتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ جہاں غریب گھرانوں کے بچے چوری جیسے افعال کر سکتے ہیں وہاں امیر گھرانوں کے بچے بھی اس طرح کے کاموں میں خوشی کا سبب ڈھونڈ لیتے ہیں۔

4- پیشہ ورانہ مسائل (Vocational Problems)

روزی کمانے کے لیے ہر فرد کو کسی نہ کسی پیشہ ورانہ شعبے کو اختیار کرنا ہوتا ہے۔ طلبہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ زندگی میں کون سا پیشہ اختیار کریں تاکہ وہ اپنی روزی بآسانی کما سکیں۔ اس کے لیے انہیں مدرسہ میں مضامین کا باقاعدہ انتخاب کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کسی پیشے کے لیے کس قسم کی صلاحیتیں اور خصوصی استعداد درکار ہوگی۔

5- ذاتی نفسیاتی مسائل (Personal Psychological Problems)

درج بالا مسائل کے ساتھ ساتھ بلکہ ان کے علاوہ ایک فرد (بچے یا طالب علم) کو کچھ ذاتی اور نفسیاتی مسائل بھی پیش آتے ہیں۔ ان میں بعض کا تعلق اس کی جسمانی ساخت وغیرہ سے اور دیگر کا اس کی جذباتی و ذہنی نشوونما سے ہوتا ہے۔ جسمانی مسائل کا بیشتر تعلق اس کے اعضائے جسمانی کی مناسب نشوونما سے ہو سکتا ہے۔ اس شعبے میں بعض مسائل صحتِ جسمانی سے متعلق ہو سکتے ہیں مثلاً بینائی کا کمزور ہونا۔ کسی خاص طویل بیماری کی وجہ سے باقاعدہ تعلیمی پروگرام جاری نہ رکھ سکنا۔ جسمانی طور پر کمزور ہونا۔ ان مسائل کی وجہ سے بچہ اپنے تعلیمی و تدریسی کام میں بھر پور حصہ نہیں لے سکتا جب تک کہ اس کی مدد نہ کی جائے۔

بچے کے انہیں ذاتی مسائل میں اس کی جذباتی اور ذہنی صحت کے مسائل بھی شامل ہیں۔ یہ مسائل اصل میں اس ماحول میں رہنے کی وجہ سے چڑچڑا، غصیلا اور جذباتی طور پر غیر متوازن ہیجان کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کا جذباتی اضطراب و ہیجان اس کی ذہنی کیفیات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جذباتی و ذہنی طور پر بیمار (غیر صحت مند) فرد، اپنے تعلیمی و تدریسی عمل میں بھر پور شرکت نہیں کر سکتا اور اپنی صلاحیتوں کو موزوں انداز میں کام میں نہیں لا سکتا۔

ہم نے ان چند مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں طلبہ کو اساتذہ اور ماہر نفسیات اور پیشہ ور مشیر کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ عام حالات میں رہنمائی کے علم کے ذریعے طالب علم کو مدد فراہم کر کے مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے، اس کے مسئلہ کی شدت کا کھوج لگا کر یا اسے کسی ماہر کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی جا سکتی ہے۔

مدرسے میں رہنمائی اور مشاورت کا کردار (Role of Guidance and Counselling)

تعلیم و تدریس کی ہر طالب علم کو ہر وقت اور ہر لمحہ ضرورت رہتی ہے۔ یہ بھی رہنمائی کا ایک اہم ترین فریضہ ہے تاہم طلبہ کو رہنمائی کی بھی ضرورت پیش آتی رہتی ہے لیکن رہنمائی کی ضرورت طالب علم کو خاص مواقع اور مسائل پیش آنے پر پڑتی ہے۔ مضامین کی تدریس میں ہر طالب علم مصروف رہتا ہے۔ رہنمائی کی کسی طالب علم کو اس وقت ضرورت پیش آتی ہے جب اس کی کارکردگی چند وجوہات کی بنا پر بہتر نہیں ہوتی مثلاً انگریزی ہر طالب علم پڑھتا ہے۔ اس مضمون میں ایک طالب علم کوشش کے باوجود کامیابی حاصل نہیں کر پاتا۔ داخلہ کے وقت بھی تمام طلبہ کو مضامین منتخب کرنا ہوتے ہیں تاہم انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سے مضامین ان کے لیے مناسب ہوں گے۔ غرضیکہ طلبہ کو مدرسہ میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ رہنمائی اور مشاورت کا عمل، ان مسائل کو حل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

رہنمائی کے ذریعے بچوں میں بہت سی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا جا سکتا ہے۔ رہنمائی، طلبہ کی مشکلات کو دور کرنے میں معاونت کرتی ہے وہ طالب علم کو اس قابل بناتی ہے کہ:

i- وہ مدرسے کے ماحول سے مطابقت حاصل کر سکے۔ طالب علم جب پہلے پہل سکول آتا ہے تو اسے مطابقت میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔ جس بچے کو یہ مسئلہ پیش آئے رہنمائی کے ذریعے اسے اس مسئلہ پر قابو پانے کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ii- طالب علم صحیح مضامین منتخب کر سکے جو طلبہ مضامین کے انتخاب میں اُلجھن کا شکار ہوتے ہیں رہنمائی کے ذریعہ ان کی مشکل کو دُور کیا جا سکتا ہے۔

iii- طالب علم اپنے اندر دلچسپی اور تحریک پیدا کر سکے تاکہ وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں لگن سے کام کر سکے۔

iv- وہ مطالعہ کے درست طریقوں اور عادات کو اختیار کر سکے۔

v- وہ اپنی ناکامی کے اسباب کو شناخت کر کے ان کو حل کر سکے۔

vi- وہ موزوں پیشے کا انتخاب کر سکے۔ رہنمائی کے ذریعے طالب علم کو اپنی خصوصی استعداد اور رُجحانات کو سمجھنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے تاکہ وہ ان کے مطابق پیشہ منتخب کر سکے۔

vii- وہ مقصدِ حیات کا شعور حاصل کرنے کے قابل ہو جائے۔

viii- وہ تدریسی و تعلیمی مشکلات کا فہم حاصل کر کے ان پر عبور حاصل کر سکے۔

ix- اچھے اور مثبت اوصاف کو اپنانے کی کوشش کر سکے اور منفی عادات کا خاتمہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

x- وہ اپنی جذباتی اور ذہنی اُلجھنوں پر قابو پا کر خوشگوار اور پُرمسرت زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔

غرضیکہ رہنمائی اور مشاورت کی مدد سے طالب علم کو اپنی شخصیت کے ہمہ گیر پہلوؤں کا فہم حاصل کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ اس طرح اس کے لیے زندگی میں کامیابیاں حاصل کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالات کے مفصل جواب لکھیے۔

1- مدرسہ میں رہنمائی کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ مثالیں دے کر وضاحت کریں۔
2- مشاورت سے کیا مراد ہے؟ طلبہ کو اس کی ضروت کب پیش آتی ہے؟ تحریر کیجیے۔
3- طلبہ کے تعلیمی و تدریسی مسائل پر نوٹ لکھیے۔
4- پیشہ ورانہ مسائل کے حل کے لیے معلم یا مدرسہ کیا رہنمائی کر سکتا ہے؟ بیان کیجیے۔
5- رہنمائی اور مشاورت کے عمل سے گزرنے کے بعد طالب علم میں کیا صلاحیتیں فروغ پاجاتی ہیں؟ مثالیں دے کر وضاحت کیجیے۔

6- درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے۔

i- تعلیم کے جدید مفہوم کے مطابق، معلم کے فرائض کیا ہیں؟
ii- رہنمائی فرد کو کس قابل بنا دیتی ہے۔؟
iii- طلبہ کو پیش آنے والی مشکلات و مسائل کی فہرست لکھیے۔
iv- تعلیمی و تدریسی مسائل کی دو مثالیں صرف دو جملوں میں لکھیے۔
v- بعض بچوں میں کچھ لوگوں کے بارے میں منفی رویہ کیوں پیدا ہوتا ہے؟

7- درج ذیل جملوں میں مناسب الفاظ لگا کر خالی جگہ پُر کیجیے۔

i- کبھی کبھی انسان کو ایسے مسائل سے بھی سابقہ پڑتا ہے جو وہ صرف .... مشورہ سے حل نہیں کر سکتا۔
ii- بعض اوقات طالب علم کو اپنے کسی مضمون میں فیل ہونے کی .... کا علم نہیں ہوتا۔
iii- تعلیم کا .... مفہوم بچے کو علم منتقل کرنے تک محدود تھا۔
iv- تعلیم کے نئے مفہوم میں استاد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ طالب علم کی .... اور ہمہ پہلو نشو ونما میں مدد کرے۔
v- رہنمائی کسی فرد کے لیے .... نہیں بلکہ اس کے ساتھ مل کر سوچنے اور حل تلاش کرنے کا نام ہے۔
vi- فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی .... کو خود سمجھنے کی کوشش کرے۔
vii- رہنمائی فرد کو اپنے مسائل خود حل کرنے پر .... بناتی ہے۔
viii- فرد کے بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جو گہرا .... چاہتے ہیں۔
ix- مشاورت کے عمل میں جو فرد ماہر ہونے کی حیثیت میں اُلجھن کے شکار فرد کی مدد کرتا ہے۔ اسے .... کہتے ہیں۔
x- جذباتی اور ذہنی اُلجھنوں کا شکار فرد، تعلیمی عمل میں بھرپور .... نہیں کر سکتا۔

-8 مندرجہ ذیل بیانات کے ہر سوال کے نیچے ایک سے زیادہ جواب دیے گئے ہیں۔ صحیح یا موزوں ترین جواب کے سامنے درست کا (✓) کا نشان لگائیے۔

-i تعلیم کے قدیم تصور میں معلم کے فرائض میں کیا بات شامل تھی:

(ا) کتب کا ترجمہ کر کے بچوں کو سمجھانا (ب) بچوں کو علم منتقل کرنا (ج) طالب علم کے تمام پہلوؤں کی نشوونما کرنا

-ii رہنمائی کے لغوی معانی ہیں:

(ا) آگے آگے چلنا (ب) راستہ دکھانا (ج) تلاش کرنا

-iii ایک ایسا عمل جس میں کسی فرد کو اس کی اُلجھن کو سلجھانے میں مدد کی جائے اور بالمشافہ گفتگو بھی شامل ہو کہلاتا ہے:

(ا) رہنمائی (ب) مشاورت (ج) نشان دہی

-iv ''مشار'' سے مراد وہ فرد ہے جو:

(ا) مشورہ دیتا ہے (ب) مشکلات کا شکار ہوتا ہے (ج) مشورہ حاصل کرتا ہے

-v بچہ بہتر معاشرتی تعلقات سیکھتا ہے:

(ا) گھر سے (ب) محلّہ سے (ج) سکول سے

-vi درج ذیل میں سے کون سا مسئلہ بچے کی تعلیمی وتدریسی مشکل سے تعلق رکھتا ہے:

(ا) گھر میں ماں باپ کا نامناسب رویہ ....

(ب) سکول کی لائبریری سے مطلوبہ کتاب نہ ملنا ....

(ج) کسی خاص مضمون میں بہتر کارکردگی نہ ہونا ....

-vii شفقت اور ہمدردی سے محروم امیر گھرانوں کے بچے بُرے افعال کرنے میں تلاش کرتے ہیں:

(ا) تسکین (ب) شغل (ج) ساتھی

-viii بچے کی جسمانی صحت کے مسائل کا تعلق کس سے ہوتا ہے:

(ا) وسائل اور معاشرتی مشکلات ....

(ب) ذاتی ونفسیاتی مسائل ....

(ج) مسائل اور معاشی مشکلات ....

فرہنگ (Glossary)

اشتراکی: اشتراکیت کا حامی یا کیمونسٹ۔
اقدار: قدر کی جمع، قدریں، معاشرتی معیارات۔
امامت: لیڈر شپ، رہنمائی کرنا۔ دینی رہنمائی، نماز پڑھانا
امکانی: امکان سے منسوب، ممکنہ، جس کی حیثیت حتمی نہ ہو۔
انفارمیشن ٹیکنالوجی: (تکنیکی معلومات) کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ سے معلومات کا حصول۔
اوصاف: وصف کی جمع، خوبیاں، اچھائیاں۔
آخرت: حقیقی دُنیا جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔
آدابِ معاشرت: معاشرے میں رہنے سہنے کے پسندیدہ طور طریقے۔
باغیانہ کیفیات: باغی ہونے والی، سرکشی والی حالتیں۔
بالیدگی: بڑھنا، بڑھوتری یا افزائش کا عمل۔
بچپن(Childhood): بچے کی عمر کے چھ تا بارہ سال۔
بلوغت: حد کو پہنچنا، جوانی، شباب، بالغ ہونا۔
بین الاقوامی: اقوام کے درمیان، عالمی۔
پالیسی ساز: قاعدہ، پالیسی، قانون بنانے والے۔
پژمردگی: مایوسی، افسردگی، مُرجھاہٹ۔
پیشہ ورانہ تعلیم: مہارت کی خاص تعلیم مثلاً انجینئرنگ، طب وغیرہ۔
تخلیقی: کوئی نیا خیال/چیز پیش کرنا۔
تدوینِ نصاب: نصاب سازی۔
تصور: خیال
تعلّم: آموزش۔
تعلیم بالغاں: بڑوں کی تعلیم، بالغ لوگوں کی تعلیم
تنظیمِ نو: نئے سرے سے منظم کرنا، نئی ترتیب دینا۔
تہذیب وتمدن: رہنے سہنے کا معاشرتی طریقہ۔
ثقافت: انگریزی لفظ Culture کا ترجمہ۔ تہذیب، طرزِ تمدن۔
ثقافتی اتحاد: مختلف طرزِ زندگی رکھنے والوں کا اکٹھا ہونا، متحد ہونا۔
جائزہ: جانچنا۔
جمہوری: جس میں عوام کو اکثریت حاصل ہو۔

جمہوریت: عوام کی حکومت عوام پر اور عوام کے ذریعے۔
چوپال: بیٹھک، جہاں گاؤں کے لوگ بیٹھ کر باہم گفت وشنید اور فیصلے کرتے ہیں۔
حُسنِ معاشرت: اچھے طریقے سے رہنا سہنا۔
خواندگی: افراد کی پڑھنے لکھنے کی ابتدائی صلاحیت۔
دین: مکمل ضابطۂ حیات، اسلام ایک دین ہے۔
ذرائع ابلاغ: معلومات کے حصول یا ترسیل کے تمام ذرائع اخبارات، ریڈیو، ٹیلی وژن وغیرہ۔
راحت: آرام، خوشی، سکون
رضائے الٰہی: جس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہو۔
رویے: رویہ فرد کی ایسی ذہنی کیفیت کا نام ہے جو عمل کے لیے سازگار ہو۔ یہ موروثی نہیں بلکہ اکتسابی ہوتا ہے۔
رہنمائی: راستہ دکھانا، نشاندہی کرنا۔
سرمایہ دار: دولت مند، امیر۔
شیرخوارگی: بچے کے دودھ پینے کے ماہ وسال۔
طریقہ ہائے تدریس: طلبا کی رہنمائی کے لیے اساتذہ جو تدریسی طریقے استعمال کرتے ہیں۔
طفولیت(Early Childhood): بچپن کی عمر، کم سنی۔
عادات: عادت کی جمع، طور طریقے۔
عقائد: عقیدہ کی جمع۔
علم: جاننا
عمرانی: معاشرتی، معاشرے سے متعلق، آبادی سے متعلق۔
فعالیتیں: مختلف کام یا سرگرمیاں۔
فلسفہ: نظریہ، سوچ، عقلی غوروفکر۔
قبیح حرکات: گندی اور بُری حرکات۔
قرآن وسنت: قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی۔
قومی یک جہتی: قوم کا متحد ہونا/اتحاد کرنا۔
کاشت کار: کسان، زمین کو جوتنے والا۔
کان کنی: کان کھودنے کا پیشہ۔
کمرشل کالج: ایسا ادارہ جہاں تجارتی مضامین مثلاً اکاؤنٹنگ، کامرس وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔
کند ذہن: غبی، کم عقل۔

مہد سے لحد تک:	ماں کی گود سے قبر تک۔
متلون مزاج:	غیر مستقل مزاج، گھڑی گھڑی بدلنے والا۔
محرکات:	محرک کی جمع، تحریک پیدا کرنے والے عوامل۔
مدارج:	درجات۔
مدرسہ:	وہ ادارہ جہاں تعلیم دی جائے۔
مربوط:	مختلف اشیا کا آپس میں تعلق، ربط
مشار:	مشورہ لینے والا۔
مشاورت:	کسی بھی معاملہ پر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر غور و خوض کرنا، مشورہ لینا۔
مشیر:	مشورہ دینے والا۔
معاشرہ، سماج، سوسائٹی (Society):	باہمی مقاصد کے لیے مِل جُل کر رہنا۔
معاون نصابی سرگرمیاں:	ایسی سرگرمیاں جو نصاب کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوں۔
مغربی اقوام/اقوامِ مغرب:	دنیا کے مغربی حصہ میں رہنے والی اقوام، یعنی یورپ اور امریکہ میں رہنے والے لوگ
مفکرین:	گہری سوچ رکھنے والے دانش مند لوگ۔
منتظمین:	انتظام کرنے والے۔
مہمل:	مبہم، غیر واضح۔
ناخواندگی:	جہالت، تاریکی۔
نافع علم:	نفع بخش علم
نشو و نما:	بڑھنا، پرورش پانا۔
نصاب سازی:	نصاب بنانا۔
نصب العین:	اصل مقصد۔
نظریۂ حیات:	زندگی کے بارے میں نظریہ۔
وقوفی یا علمی:	معلومات اور علم۔
ہم نصابی:	ایسی سرگرمیاں جو نصاب تعلیم کی تکمیل میں مددگار رہوں لیکن باقاعدہ نصاب کا حصہ نہ ہوں۔
ہمجولیوں:	ہم عمر ساتھیوں۔
ہوم اکنامکس:	گھریلو معاشیات۔
یوم حساب:	قیامت کا دن، روزِ محشر، جزا و سزا کا دن۔

کتابیات (Bibliography)

ابوالاعلیٰ مودودی	تعلیمات	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1977ء
احمد شلبی ڈاکٹر	تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ (ترجمہ محمد حسین خان زبیری)	
اکبر علی ڈاکٹر و خواجہ نذیر احمد ڈاکٹر	پاکستان میں تعلیم کی تاریخ	مجید بک ڈپو، لاہور، 1990ء
اکبر علی ڈاکٹر و خواجہ نذیر احمد ڈاکٹر	تدوین نصاب	خالد بک ڈپو، لاہور، 1986ء
ایم۔اے عزیز ڈاکٹر	تعلیم اور معاشرتی تبدیلی	کاروان ادب، ملتان، 1982ء
عبدالرشید ارشد ڈاکٹر	پاکستان میں تعلیم کا ارتقا	ادارہ تعلیم وتحقیق لاہور، 1995ء
عبدالرشید ارشد ڈاکٹر	گم گشتہ منزل کا سراغ تعلیم کا ایک اصلاحی منصوبہ	ادارہ تعلیم وتحقیق لاہور، 1995ء
عطش درانی ڈاکٹر	تناظرات تعلیم (یونٹ-3) برائے بی۔ایڈ	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، 1994ء
غلام عابد خاں	عہد نبوی کا نظام تعلیم	عوامی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور، 1978ء
محمد سرور رانا	معاشرہ، سکول اور استاد	مجید بک ڈپو، لاہور، 1998ء
محمد سعید اختر مہر	تعلیم کی نظریاتی اساس اسلامی تناظر میں	انجمن فاضلین ادارہ تعلیم وتحقیق، لاہور
محمد سلیم سید پروفیسر	مسلمان مثالی اساتذہ ومثالی طلبہ	ادارہ تعلیمی تحقیق اچھرہ، لاہور، 1989ء
محمد سلیم سید پروفیسر	مغربی نظام تعلیم ملی نقطہ نظر سے	گلشن اقبال، کراچی، 1976ء
محمد عیسیٰ خاں	تعلیمی فلسفہ اور تاریخ	علمی کتاب خانہ، لاہور، 1999
محمد مرزا ڈاکٹر پروفیسر	فلسفہ وتاریخ تعلیم	مجید بک ڈپو، لاہور، 1992
محمد یاسین شیخ	عہد نبوی کا نظام تعلیم	غضنفر اکیڈیمی پاکستان، کراچی، 1995ء
محمد رشید ڈاکٹر	تناظرات تعلیم (یونٹ-1) برائے بی۔ایڈ	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 1994ء
مسلم سجاد	اسلامی ریاست میں نظام تعلیم	انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، 1993ء
مقصود عالم بخاری ڈاکٹر	علم التعلیم برائے بی۔ایڈ (یونٹ-II)	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 1983ء
منور ابن صادق	تعلیم وتعلم (مجموعہ مقالات)	صادقیہ پبلی کیشنز، لاہور، 1973ء

A.C. Ornstien and F.P Hunkins

Curriculum Foundations, Principales & Issues 4th Edition

New York; Allyn and Bacon inc, 2003

Ahmed Zulkaif

Concepts of Population Education (Unit 4):

Allama Iqbal Open University, Islamabad, 1993

Anita Wool Folk :

Educational Psychology 9th Edition

Delhi; Pearson Education Private limited, 2004

Armstrong David G. & Others

Education and introduction

New York, Mc. Millan, Publishing Co. 1981

Blaugh Mark

An introduction of Economics of Education, London, Banguin books, 1980

Govt. of Pakistan, Ministry of Education, Islamabad, 1979

National Education Policy 1979,

Govt. of Pakistan, Ministry of Education, Islamabad, 1998

National Education Policy 1998-2010

Govt. of Pakistan, Ministry of Education, Islamabad, 2009

National Education Policy 2009